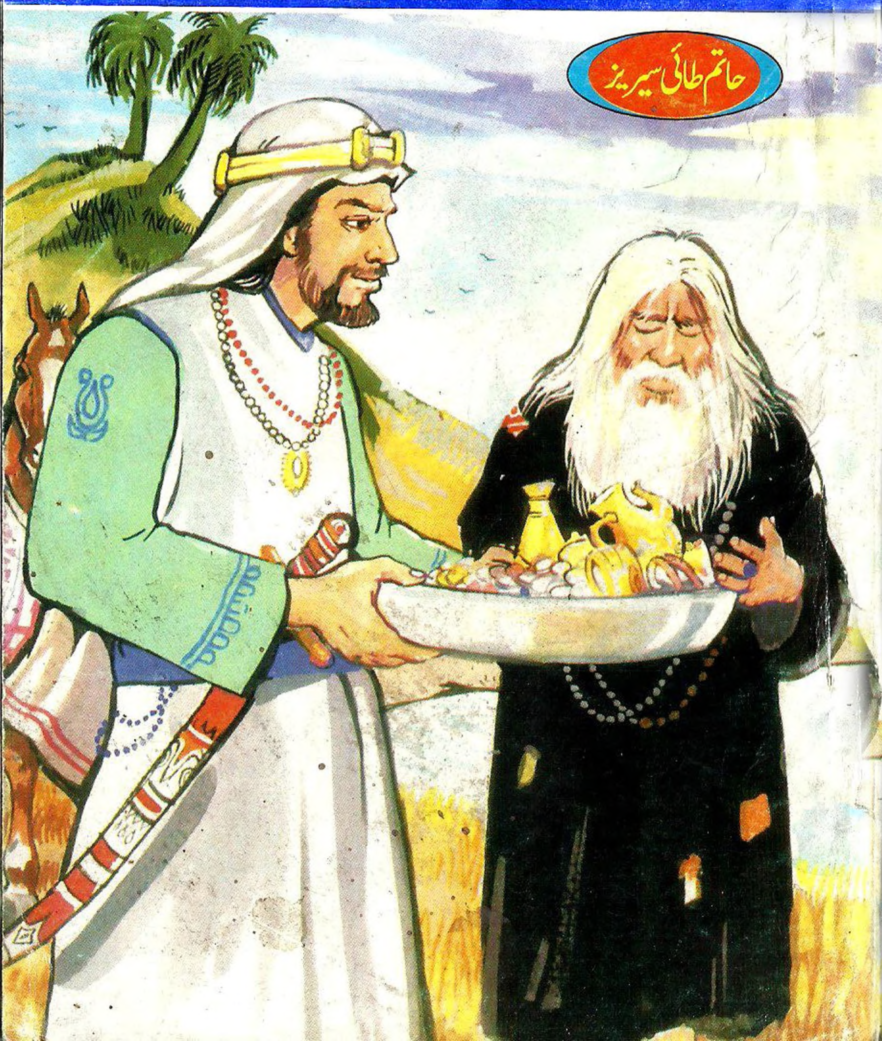
حاتم طائی قبر سے نکل آیا



حاتم طائی کے کارنامے - ۱

حاتم طائی قبر سے نکل آیا

اے حمید

مقبول اکیڈمی شاہراہ قائدِ اعظم لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

مقبول اکیڈمی
دیال سنگھ مینشن شاہراہ قائدِ اعظم لاہور

پرنٹرز: معظم پرنٹرز۔ لاہور

ترتیب

حاتم طائی قبر سے نکل آیا

حاتم طائی کیسے زندہ ہو گیا؟

وہ تو آج سے پندرہ سو سال پہلے ملک عرب میں فوت ہو گیا تھا۔ یہ ایک بڑا پُراسرار واقعہ ہے۔ آیئے ہم آپ کو یہ پُراسرار واقعہ سناتے ہیں۔ حاتم طائی مسلمان نہیں تھا۔ وہ اسلام سے تقریباً ایک سو برس پہلے فوت ہو گیا تھا۔ مگر وہ سخی اور بہادر آدمی تھا۔ اس کی سخاوت کے قصے تو آپ نے بھی ضرور پڑھے ہوں گے۔ وہ کسی سوالی کو خالی ہاتھ اپنے گھر سے واپس نہیں جانے دیتا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ایک لڑکی حاتم طائی کے گھر آئی۔ اس نے حاتم طائی کے مکان کے باہر کھڑے ہو کر دہائی دی۔

"اے حاتم! میرا نام عمارہ ہے۔ میں نے سُنا ہے تو دُکھیوں کی مدد کرتا ہے۔ ان کے سوال پورے کرتا ہے۔ میرے چھوٹے بھائی طلال کو دشمن قبیلے کے لوگ پکڑ کر لے گئے ہیں۔ میری مدد کر۔ میرے بھائی

کو دشمنوں کی قید سے چھڑا۔ اگر تو نے میری مدد نہ کی تو دشمن میرے بھائی طلال کو قتل کر دیں گے"۔

اتفاق سے اس وقت حاتم طائی گھر پر نہیں تھا۔ خادمہ نے لڑکی عمارہ سے کہا:

"بہن! حاتم طائی کسی کام سے باہر گیا ہوا ہے۔ تو تھوڑی دیر بعد آ جانا"۔

لڑکی نے کہا:

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ اب میں خود اپنے بھائی کی مدد کو جاتی ہوں"۔

یہ کہہ کر لڑکی عمارہ گھوڑے پر بیٹھی اور اسے دوڑاتی ہوئی اپنے بھائی کی جان بچانے دشمن قبیلے کی طرف چل دی۔ شام کو حاتم طائی گھر آیا تو خادمہ نے ساری بات بیان کی۔ حاتم طائی کو بڑا افسوس ہوا کہ وہ ایک دکھی بہن کی مدد نہیں کر سکا۔ اس نے عرب لڑکی عمارہ کا پتہ پوچھا۔

خادمہ نے کہا:

"اس نے اپنا کوئی پتہ نہیں بتایا تھا۔ یہ سن کر کہ آپ گھر پر نہیں ہیں وہ فوراً گھوڑا دوڑاتی چلی گئی تھی"۔

زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ حاتم طائی کے مکان

پر کوئی سوالی آ کر ناکام واپس گیا۔ حاتم طائی کو اس کا بڑا افسوس لگا۔ اس نے سارے گاؤں میں اس لڑکی کو تلاش کیا۔ اس کا پتہ پوچھا۔ مگر عرب لڑکی عمارہ حاتم طائی کو کہیں نہ مل سکی۔ وقت گزرتا گیا۔ حاتم طائی بوڑھا ہو گیا اور اس کی موت کا وقت آ گیا۔ جب موت اس کی جان قبض کرنے آئی تو اس نے حاتم طائی سے پوچھا:

"حاتم طائی! تو نے ساری زندگی غریبوں کی مدد کی۔ محتاجوں کو کھانا کھلایا۔ ہر کسی ضرورت مند کا سوال پورا کیا۔ کیا تیرے دل میں کوئی آرزو باقی رہ گئی ہے؟ یا کوئی ایسی بات بھی ہے کہ جس کے لئے تمہارا دل پچھتا رہا ہو؟"

حاتم طائی نے کہا:

"اے موت! قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے پیدا کیا مجھے کسی چیز کا دُکھ نہیں ہے لیکن ایک پچھتاوا ضرور ہے۔"

موت نے پوچھا:

"وہ کس بات کا پچھتاوا ہے؟"

حاتم طائی نے کہا:

"ایک بار میرے مکان پر ایک عرب لڑکی عمارہ

آئی تھی۔ اس نے اپنے بھائی طلال کی مدد کے لیئے مجھے پکارا تھا۔ اس کے بھائی کو دشمن قبیلے کے لوگ اُٹھا کر لے گئے تھے۔ مگر افسوس کہ اس وقت میں گھر سے باہر گیا ہوا تھا۔ عرب لڑکی عمارہ مایوس ہو کر چلی گئی تھی۔ بعد میں میں نے اس لڑکی عمارہ کو بہت تلاش کیا مگر وہ مجھے کہیں نہ ملی بس مرتے وقت یہی ایک حسرت اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں کہ اس لڑکی کی مدد نہ کر سکا۔ خدا جانے وہ دل میں میرے بارے میں کیا سوچتی ہوگی اور اب کہاں ہوگی۔ اس کا بھائی دشمنوں کی قید سے زندہ بچ نکلا ہوگا کہ نہیں۔ بس یہی بات مجھے پریشان کر رہی ہے۔"

موت نے مسکرا کر کہا:

"اے حاتم! اس عرب لڑکی عمارا اور اس کے بھائی کے بارے میں مجھے کچھ بتانے کی اجازت نہیں ہے، لیکن میں اتنا تم کو ضرور بتا دینا چاہتی ہوں کہ تم مرنے کے بعد اس لڑکی عمارہ سے ضرور ملو گے اور اس کا ایک سوال پورا کرو گے۔ اس کے بعد تمہاری روح کو سکون مل

جائے گا اور تم واپس نیک روحوں کی دنیا میں
آ جاؤ گے"۔
حاتم طائی نے خوش ہو کر کہا:
"اے موت! تیرا شکریہ! اس طرح سے میرے
دل کا بوجھ اُتر جائے گا۔ مگر میں عرب لڑکی
عمارہ سے کہاں اور کس جگہ ملوں گا؟"
موت نے کہا:
"تم مرنے کے ساتھ ہی آج کے زمانے سے
پندرہ سو برس آگے کے زمانے میں ایک ایسے
مسلمان اور خوبصورت ملک میں پہنچ جاؤ گے جس
کا نام پاکستان ہے۔ وہاں سے تمہاری مہم
شروع ہو گی اور تم عرب لڑکی عمارہ کی تلاش
میں نکلو گے"۔
حاتم طائی بولا:
"مگر اے موت! میں نے تو اس لڑکی کو پہلے
کبھی نہیں دیکھا۔ میں اسے کیسے پہچانوں گا کہ
یہی عمارہ ہے؟"
موت نے کہا:
"میں تمہیں اس کی شکل دکھائے دیتی ہوں"۔

یہ کہہ کر موت نے حاتم طائیؒ کی آنکھوں کے سامنے اپنا ہاتھ کھول دیا۔ اس کی ہتھیلی پر عرب لڑکی عمارہ کی شکل آ گئی۔

موت نے کہا:

"اس لڑکی کی شکل کو اچھی طرح سے اپنے ذہن میں بٹھا لو۔ یہ لڑکی تمہیں اس زمانے کے لباس میں ملے گی مگر اس کی شکل بالکل یہی ہو گی۔"

حاتم طائیؒ نے عرب لڑکی عمارہ کی شکل کو غور سے دیکھا اور اپنے ذہن میں نقش کر لیا۔ اس کے بعد موت حاتم طائیؒ کی جان نکالنے لگی تو حاتم نے کہا:

"ایک منٹ کی مہلت چاہتا ہوں۔"

موت نے پوچھا:

"اب کیا بات ہے حاتم طائیؒ؟"

حاتم طائیؒ بولا:

"میں ایک اور حسرت بھی اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں ... نے اپنے ایک بزرگ سے سُنا تھا اور ... ت میں بھی پڑھا ہے کہ سو برس بعد اسی ملک عرب میں خدا کا ایک نبیؐ ظاہر ہونے والا ہے جو اللہ کا آخری رسولؐ ہوگا اور

جو لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دے گا جو لوگ اسلام قبول کریں گے وہ دنیا اور آخرت میں سُرخ رُو ہوں گے۔ مجھے صدمہ ہے کہ میں اسلام کے نُور سے محروم ہی اس دنیا سے جا رہا ہوں۔"

موت نے کہا:

"حاتم طائیؔ! تم نے بالکل ٹھیک سنا اور بالکل سچ پڑھا ہے۔ اس دنیا پر اسلام کا نُور طلوع ہونے والا ہے جس کی روشنی سے اندھیرے بھاگ جائیں گے اور ساری دنیا میں اُجالا ہو جائے گا۔ لیکن تم خوش قسمت ہو کہ مرنے کے بعد ایک خاص عرصے تک کے لئے پاکستان جا رہے ہو جو ایک اسلامی ملک ہے۔ تم وہاں کسی عالِم دین کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے مسلمان ہو سکتے ہو۔"

حاتم طائیؔ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ کہنے لگا:

"اے موت! خدا کی قسم اب مجھے تجھ سے کوئی خوف نہیں ہے۔ کیوں کہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد خدا کے دربار میں حاضری دوں گا۔"

موت بولی :

"حاتم ! تو نے ساری زندگی غریبوں اور حاجت مندوں
کی مدد کی۔ خدا تم سے بڑا خوش ہے اور یہ
خدا کی تم پر رحمت ہے کہ تم اسلام قبول کرنے
کے بعد اس کے حضور میں جاؤ گے، اب تیار
ہو جاؤ۔ اس دنیا میں تمہارا وقت اب پورا
ہو گیا ہے"

اس کے ساتھ ہی حاتم پر غنودگی چھانے لگی اور
اسے نیند آ گئی۔ حاتم طائی کو ایسے لگا جیسے وہ تیز
اندھیری آندھی میں اڑتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی آنکھیں
بند تھیں۔ اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کا جسم آندھی
کے تیز جھونکوں میں تنکے کی طرح اڑتا چلا جا رہا تھا۔ پھر
اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ زمین پر گرا دیا گیا ہے۔
اس کے بعد حاتم طائی کو کچھ ہوش نہ رہا۔ جب اسے
ہوش آیا تو کیا دیکھتا کہ سمندر کے کنارے وہ پتھروں
کے درمیان لیٹا ہوا ہے۔ اس کے اوپر نیلا آسمان
بالکل صاف ہے۔ دن کی روشنی پھیلی ہوئی ہے اور سمندر
کی لہروں کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی ہے۔

حاتم طائی جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سمجھ گیا کہ موت

نے اسے جو کچھ کہا تھا وہ سچ ہو گیا ہے اور وہ اپنے زمانے میں مرنے کے بعد پندرہ سو برس آگے کے زمانے میں آ گیا ہے اور یہ ملک پاکستان ہے اور اس ملک کی کوئی بندرگاہ ہے۔ اس نے اپنی ایک جانب سمندر دیکھا اور دوسری جانب سفید رنگ کی اونچی عمارتیں یعنی فلیٹس تھے۔ کچھ فاصلے پر پتلی سی پکی سڑک تھی۔ ایک کار تیزی سے گزر گئی۔ حاتم طائی نے تعجب سے اس کار کو دیکھا۔ پھر اسے آسمان پر ایک گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ حاتم طائی جلدی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ اس نے پتھروں کے پیچھے سے سر نکال کر اوپر دیکھا۔ آسمان پر ایک جیٹ ہوائی جہاز ٹیک آف کرنے کے بعد یورپ کی طرف جا رہا تھا۔ حاتم طائی یہی سمجھا کہ یہ اڑن کھٹولا ہے مگر وہ ایک سمجھ دار آدمی تھا۔ سمجھ گیا کہ پندرہ سو برس میں انسان نے بہت ترقی کر لی ہے اور یہ سب انسان کی نئی نئی ایجادیں ہیں جنہیں وہ دیکھ رہا ہے اور ابھی بہت کچھ مزید دیکھے گا۔ حاتم طائی کو اب عرب لڑکی عمارہ کی تلاش تھی جس کا ایک سوال پورا کر کے وہ اپنی بھٹکتی ہوئی روح کو تسکین پہنچانا چاہتا تھا۔ مگر اس سے بھی پہلے وہ اسلام قبول کرنا چاہتا

تھا۔ حاتم طائی نے دور ایک جگہ مسجد کے مینار اورگنبد دیکھا۔ اس نے ایک آدمی سے پوچھنا چاہا کہ یہ کون سی عبادت گاہ ہے۔ مگر اچانک اسے خیال آیا کہ یہ آدمی اس کی زبان نہیں سمجھے گا اور نہ ہی وہ اس کی زبان سمجھ سکے گا۔ اتنے میں اس کے کانوں میں موت کی سرگوشی سنائی دی:۔

"حاتم! خدا کے حکم سے تیری زبان کھول دی
گئی ہے۔ آج سے تو دنیا کی ہر زبان بول
اور سمجھ سکے گا"

ایک دم سے حاتم طائی کو اردو زبان کا شعور حاصل ہو گیا۔ اس نے اردو میں اس آدمی سے مسجد کے بارے میں پوچھا تو وہ حیرانی سے حاتم طائی کو دیکھنے لگا:

"بھائی! تم نے ویسے تو عربی لباس پہن رکھا ہے
مگر اتنا بھی نہیں جانتے کہ یہ مسجد ہے۔ خانہ خدا
ہے اور یہاں پانچ وقت مسلمان نماز پڑھتے ہیں"؟

اب حاتم طائی اس آدمی کو کیسے بتاتا کہ اسلام سے پہلے کے لوگ بھی ملک عرب میں عربی لباس ہی پہنا کرتے تھے، لیکن حاتم کو اپنی غلطی کا احساس بھی ہو گیا کہ اسے کسی دوسرے طریقے سے مسجد کے بارے میں پوچھنا

چاہیئے۔ وہ بولا:

"بھائی! اصل میں بات یہ ہے کہ اس مسجد کے مینار اور گنبد ذرا جدید طرز کے ہیں اس لئے مجھ سے پہچاننے میں کوتاہی ہو گئی۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ کیا مولوی صاحب اس مسجد میں ہوں گے؟"

آدمی نے کہا:

"ہاں کیوں نہیں۔ مسجد کے پیچھے ان کا کوارٹر ہے وہ وہیں رہتے ہیں۔"

یہ کہہ کر آدمی آگے چل دیا۔ حاتم طائی مولوی صاحب کے کوارٹر کے باہر آ کر رُک گیا۔ اس نے دستک دی، مولوی صاحب نے باہر آ کر حاتم سے پوچھا کہ وہ کس سے ملنا چاہتا ہے۔ حاتم نے کہا:

"حضور! میرا نام حاتم ہے۔ میں امام مسجد صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔"

مولوی صاحب نے کہا:

"میں ہی اس مسجد کا امام ہوں۔ کہو میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

حاتم نے خوش ہو کر کہا:

"مولوی صاحب! میں ایک یہودی ہوں یہودی ماں باپ کے گھر پیدا ہوا۔ مگر میرا دل شروع ہی سے اسلام کی طرف مائل تھا۔ میں پاکستان اس لئے آیا ہوں کہ اسلام قبول کر کے اپنی دنیا اور عاقبت دونوں کو سنوار سکوں۔ کیا آپ مجھے مسلمان بنائیں گے"۔

مولوی صاحب نے مسکرا کر کہا:

"جزاک اللہ! میری اس سے زیادہ اور کیا خوش قسمتی ہو گی کہ میرے ہاتھوں ایک شخص اسلام قبول کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو۔ آؤ میرے ساتھ مسجد میں"۔

مسجد میں لے جا کر مولوی صاحب نے حاتم کو وضو کرایا۔ پھر اپنے سامنے بٹھا کر کلمہ شریف پڑھایا۔ حاتم طائی نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ کلمہ شریف چونکہ حاتم طائی نے پوری عقیدت اور اپنے دل کی نیک نیتی کے ساتھ پڑھا تھا اس لئے اس کا دل ایک دم اللہ کے نور سے روشن ہو گیا۔ اس پر ہر شئے کھل گئی۔ اسے یہ بھی پتہ چل گیا کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے اور اس کے لئے مسلمانوں نے قائد اعظمؒ کی قیادت میں کتنی زبردست اور بے مثال قربانیاں دی تھیں، حاتم طائی پر یہ بات بھی

روشن ہو گئی کہ دنیا میں عرب، ایران، شام، انڈونیشیا اور ترکی ایسے دوسرے مسلمان ملک بھی ہیں۔ مگر یہ ملک پہلے بھی قائم تھے۔ پاکستان واحد ایسا ملک ہے جو چالیس برس پہلے قائم ہوا اور جو صرف اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے اور اس کا قائم رہنا اللہ کی رضا میں شامل ہے اور ہر پاکستانی مسلمان کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کی بقا اور اس کی ترقی کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کردے۔ حاتم طائی پر ۱۹۸۹ء کے جدید زمانے کی ساری سائنسی ترقی اور ایجادات بھی روشن ہو گئیں۔ اس نے اپنے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اسے اسلام کی دولت مل گئی اور اس کا سینہ ایمان کے نور سے روشن ہو گیا۔ اس نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اُسے اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ مولوی صاحب نے حاتم طائی کو مبارک باد دی۔ اور کہا:

"تمہیں اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ تم کُفر کو چھوڑ کر اسلام کے نورانی دائرے میں شامل ہو گئے ہو۔ یہ بتاؤ کہ تم کس ملک کے رہنے والے ہو۔ تمہارا لباس تو عربوں ایسا ہے۔"

حاتم طائی اپنی اصلیت کسی کو نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اُس

نے کہا :

"حضور! میں یہودی ہوں اور ملک اسرائیل سے نورِ ایمان کی تلاش میں پاکستان آیا تھا۔ کچھ پرانے زمانے کے یہودی ابھی تک پرانی طرز کا عربی لباس ہی پہنتے ہیں۔ اس لئے میں بھی اس لباس میں ہوں۔ مگر اب میں اپنا لباس بدل لوں گا اور پاکستان کے مسلمانوں ایسا لباس پہنوں گا۔"

مولوی صاحب نے پوچھا :

"تم کیا کام کرتے ہو؟ میرا مطلب ہے تم اپنی روزی کیسے کماؤ گے؟ اگر تم پسند کرو تو میں اپنے ایک محلے دار سے کہہ کر تمہیں یہاں کراچی کی ایک فیکٹری میں کام دلا سکتا ہوں۔"

حاتم طائی بولا :

"آپ کی بڑی مہربانی ہے۔ میں ابھی کراچی شہر میں جا کر اپنے لئے پاکستانی لباس خریدنا چاہتا ہوں اس کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ پھر آپ سے بات کروں گا۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔ السلام وعلیکم!"

"وعلیکم السلام" مولوی صاحب نے کہا اور حاتم طائی کو

گلے لگا کر رخصت کیا۔ حاتم طائی مولوی صاحب کو یہ راز نہیں بتانا چاہتا تھا کہ وہ وہی حاتم طائی ہے جس کی سخاوت کے قصّے لوگ الف لیلےٰ کی کہانیوں میں پڑھتے چلے آئے ہیں اور دوسری بات یہ کہ اسے نہ پیاس لگتی ہے نہ بھوک کی ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر یہ راز وہ سوائے عرب لڑکی عمارہ کے اور کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ کسی کو بتا بھی دیتا کہ میں قدیم زمانے کا حاتم طائی ہوں جو ماضی کے زمانے سے نکل کر پاکستان آ کر مسلمان ہو گیا ہے تو سب اس کو پاگل سمجھتے۔ کوئی اس کی بات پر یقین نہ کرتا۔ حاتم طائی مولوی صاحب سے رخصت ہو کر کراچی شہر کی طرف چل پڑا۔ وہ کلفٹن میں آ کر رُک گیا۔ یہاں کچھ رکشے اور گاڑیاں کھڑی تھیں۔ حاتم طائی پر اب یہ ساری باتیں اور موٹروں اور ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر کی ایجادیں روشن ہو چکی تھیں۔ وہ جان چکا تھا کہ پاکستان سائنس میں کتنی ترقی کر چکا ہے اور جو اُڑن کھٹولا اس نے اسلام قبول کرنے سے پہلے آسمان پر اُڑتے ہوئے دیکھا تھا وہ اڑن کھٹولا نہیں تھا بلکہ ڈی ۔ ۱۰ طیارہ تھا جو مسافروں کو لے کر دوبئی جا رہا تھا۔

حاتم طائی کو خیال آیا کہ اس کے پاس پاکستانی کرنسی

نہیں ہے۔ وہ رکشے میں بیٹھ کر شہر کیسے جائے گا؟ اصل میں حاتم طائی کو عرب لڑکی عمارہ کی تلاش تھی۔ وہ شہر میں گھوم پھر کر اسے ڈھونڈنا چاہتا تھا تاکہ اس سے اپنی کوتاہی کی معافی مانگ سکے اور اس کا کوئی سوال پورا کر کے اپنی روح کو مطمئن کر سکے۔ حاتم خاموشی سے کلفٹن کی بارہ دری کے سامنے ایک بنچ پر بیٹھ گیا۔ لوگ وہاں سیر کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہی سمجھا کہ یہ کوئی دوبئی سے آیا ہوا عرب ہے۔ کراچی میں اس قسم کے لباس میں عرب لوگ اکثر نظر آ جاتے ہیں اور کئی پاکستانی بھی عربی لباس شوق سے پہنتے ہیں۔ اس لئے کسی نے حاتم طائی کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ اتنے میں ایک عورت حاتم طائی کے پاس آ کر کھڑی ہوگئی۔ حاتم طائی نے اس کی طرف دیکھا۔ عورت نے کالا برقعہ پہنا ہوا تھا اور اس کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔

عورت نے کہا:

"حاتم طائی! تمہیں اسلام قبول کرنا مبارک ہو"

حاتم طائی چونکا۔ اسے محسوس ہوا کہ یہ آواز اس نے پہلے بھی سن رکھی ہے۔ اس نے پوچھا:

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں؟

تم کون ہو؟"
عورت نے کہا:
"کیا تم نے میری آواز نہیں پہچانی؟ میں تمہاری پرانی دوست ہوں۔ میرا نام موت ہے۔"
اور یہ کہہ کر عورت نے نقاب اُلٹ دیا۔ حاتم طائیؒ نے دیکھا کہ نقاب کے اندر ایک کھوپڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ کھوپڑی کی آنکھوں میں دو سوراخوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔
حاتم نے کہا:
"اے موت تم سے دوبارا مل کر خوشی ہوئی۔ تمہارے کہنے کے مطابق میں پاکستان میں آگیا ہوں اور اللہ کے فضل و کرم سے میں نے اسلام بھی قبول کر لیا ہے۔ مگر میرا ایک مسئلہ ہے۔"
موت نے کہا:
"میں تمہارا وہی مسئلہ حل کرنے اور تمہیں کچھ ضروری باتیں بتانے آئی ہوں۔ میرے ساتھ اس طرف آجاؤ۔ یہاں ہمیں لوگ دیکھ کر شک کریں گے۔"
موت نے نقاب گرا دیا اور حاتم طائیؒ کو ساتھ لے کر کلفٹن کے پیچھے سمندر کے کنارے ایک خالی بنچ پر آکر

بیٹھ گئی۔ وہاں ان کے آس پاس دوسرا کوئی انسان نہیں تھا۔ موت نے نقاب گرایا ہوا تھا۔ کہنے لگی :

"میں نے نقاب اس لئے گرایا ہوا ہے کہ لوگ میری طرف کھوپڑی اور ہڈیوں کا ڈھانچہ دیکھ کر ڈر کر بھاگ جائیں گے اور تمہیں پکڑ لیں گے"۔

پھر موت نے برقعے میں سے اپنا ہاتھ باہر نکالا۔ یہ ہاتھ بھی ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ اُنگلیاں بھی صرف ہڈیاں ہی تھیں۔ ان اُنگلیوں میں موت نے سونے کا ایک چھوٹا سا چھلّا تھام رکھا تھا۔

"اے موت ! یہ کیا ہے ؟"

موت نے کہا :

"یہ ایک خاص چھلّا ہے۔ اسے تم اپنے دائیں کان میں پہن لو"۔

حاتم طائیؒ نے کہا :

"مگر میرے کان میں تو سوراخ نہیں ہے"۔

موت نے کہا :

"اپنے کان پر انگلی لگا کر دیکھو۔ وہاں ایک سوراخ پہلے ہی کر دیا گیا ہے"۔

حاتم طائیؒ نے اپنے دائیں کان کو اُنگلی سے ٹٹولا تو واقعی

وہاں ایک چھوٹا سا سوراخ موجود تھا۔ حاتم طائیؒ نے موت کے ہاتھ سے سونے کا پتلا چھلّا لے کر اپنے کان میں پہن لیا اور بولا :

"اس چھلّے کا کیا فائدہ ہو گا ؟"

موت نے کہا :

"یہ چھلّا تمہارے اس نئے سفر اور نئی مہم میں تمہارے بڑے کام آئے گا۔ اسے اپنے سے الگ مت کرنا۔ اگر یہ تم سے الگ ہو گیا تو تم مر تو نہیں سکو گے لیکن مصیبتوں سے بھی بچ نہیں سکو گے"۔

حاتم طائیؒ نے کہا :

"میں اس کی حفاظت کروں گا۔ مگر تم نے میرا مسئلہ ابھی تک حل نہیں کیا۔ میں شہر جانا چاہتا ہوں اور میرے پاس رکشے ٹیکسی کا کرایہ نہیں ہے"۔

موت نے کہا :

"اپنی جیب میں ہاتھ ڈالو"۔

حاتم طائیؒ نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس کی جیب میں دس دس روپے کے کتنے ہی نوٹ تھے۔ حاتم طائیؒ

بڑا خوش ہوا۔ مگر پھر موت سے سوال کیا:
"لیکن جب یہ پیسے ختم ہو جائیں گے تب میں کیا کروں گا؟"
موت نے کہا:
"تب تم اپنے کان کے چھلّے کو شہادت کی اُنگلی لگا کر دل میں اللہ کا نام پُکارنا۔ پھر تم ایک ایسی کرامت دیکھو گے کہ تمہیں خود بھی اس کرامت پر یقین نہیں آئے گا، مگر ایک بات یاد رکھنا۔ اپنے کان کے چھلّے کو صرف اس وقت ہاتھ لگانا جب تم بالکل ہی مجبور ہو جاؤ اور تم کو دوسرا کوئی راستہ نظر نہ آ رہا ہو۔ دوسری بات یہ کہ اس کرامت کو صرف انسان اور خاص طور پر مسلمانوں اور پاکستان کی بھلائی کے لئے استعمال کرنا۔ ورنہ چھلّے کی کرامت تم سے چھن جائیگی۔"
حاتم طائی بولا:
"میں ایسے ہی کروں گا جیسے تم نے کہا ہے مگر جانے سے پہلے مجھے ایک بات بتائی جاؤ۔"
"پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" موت نے کہا

حاتم طائیؒ نے کہا:

"مجھے کم از کم یہ بتا دو کہ میں اُس عرب لڑکی عمارہ سے کہاں مل سکوں گا جس کا سوال مجھے پورا کرنا ہے اور جس کا سوال پورا کرنے کے لئے میں اس دنیا میں آیا ہوں"

موت نے کہا:

"یہ ایک ایسا راز ہے جو میں تم پر نہیں کھول سکتی۔ اس عرب لڑکی عمارہ کو تمہیں خود تلاش کرنا ہو گا۔ اب میں جاتی ہوں۔"

موت پنج پر سے اُٹھی ہی تھی کہ ایک سپاہی وہاں آ گیا۔ اُس نے ڈنڈا ہلاتے ہوئے حاتم طائیؒ سے پوچھا:

"کون ہو تم اور یہ عورت کون ہے؟"

حاتم طائیؒ نے کہا:

"یہ — یہ میری بہن ہے"

سپاہی نے ہنس کر کہا:

"ابھی پتہ لگ جاتا ہے"

سپاہی نے موت کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

"لڑکی! اپنا نقاب اُٹھا اور بتا کہ یہ تمہارا بھائی ہے کیا؟"

موت نے بڑے آرام سے چہرے پہ سے نقاب اُلٹ دیا۔ نقاب کے اندر عورت کے چہرے کی بجائے صرف ایک کھوپڑی کو دیکھ کر سپاہی تھر تھر کانپنے لگا اور وہیں غش کھا کر گر پڑا۔



موت سے ملاقات

موت نے کہا :

" اسے کچھ دیر بعد اپنے آپ ہوش آ جائے گا
اچھا حاتم ! اب میں جاتی ہوں پھر ملاقات ہو گی "۔

اس کے ساتھ ہی برقعہ پوش موت غائب ہو گئی ۔ حاتم طائی نے بے ہوش پولیس والے کو وہیں چھوڑا اور اُٹھ کر دوسری طرف سے ہوتا ہوا کلفٹن کے پارک میں آ گیا ۔ وہاں سے ایک ٹیکسی میں سوار ہوا اور ٹیکسی شہر کی طرف روانہ ہو گئی ۔ ڈرائیور حاتم طائی کو کوئی عرب سوداگر سمجھ رہا تھا۔ اُس نے پوچھا :

"یا شیخ ! کہاں جائیں گے ؟"

حاتم طائی پر پاکستان کے سارے شہروں کی سڑکیں روشن ہو گئی تھیں ۔ اس کو معلوم تھا کہ اسے کراچی کی الفنسٹن سٹریٹ میں پہننے کے لئے نئے کپڑے مل جائیں گے اُس نے کہا : " انفنسٹن سٹریٹ چلو "

ٹیکسی ڈرائیور نے کہا: "مرحبا یا شیخ!" اور کلی دبا دی۔ ٹیکسی بڑی تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھی۔ الفنسٹن اسٹریٹ میں ٹیکسی رُکی تو حاتم طائی نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دس دس کے کتنے ہی نوٹ ڈرائیور کو دے دیئے۔ ڈرائیور نے خوش ہو کر سلام کیا اور دعائیں دینے لگا۔ سخاوت کرنا تو حاتم طائی کی عادت تھی۔

حاتم طائی عربی لباس میں بازار میں چل پڑا۔ اسے ایک دکان کے باہر جنٹس گارمنٹس کا بورڈ نظر آیا۔ اس پر دنیا کی ساری زبانوں کا علم بھی روشن ہو گیا تھا۔ وہ دنیا کی ساری زبانیں بول اور سمجھ سکتا تھا۔ وہ دکان میں داخل ہو گیا۔ یہاں اس نے اپنے لئے ایک پتلون اور جیکیٹ پسند کی۔ کچھ دوسرے کپڑے اور ضرورت کا سامان خرید کر ایک ایچی کیس میں رکھ لیا۔ بل سات ہزار روپے بنا۔ حاتم طائی کو خیال آیا کہ اس کی جیب میں تو دس دس روپے کے چند ایک نوٹ ہی ہیں۔ اتنی رقم وہ کہاں سے لائے گا۔ اب جو اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس کے ہاتھ میں ہزار ہزار روپے کی ایک موٹی گڈی آ گئی۔ وہ سمجھ گیا یہ سب کرشمہ موت کا ہے۔ اس نے دکاندار کو بل ادا کیا اور وہیں لباس بھی تبدیل

کر لیا۔ جب وہ دکان سے باہر نکلا تو اس نے عربی لباس کی جگہ جیکیٹ اور پتلون پہن رکھی تھی وہ جوان تھا۔ اس لباس میں وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ اس نے سوچا کہ اسے کراچی میں کچھ دیر رہ کر عرب لڑکی عمارہ کو تلاش کرنا ہے۔ بہتر ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے رہنے کے لئے کوئی ٹھکانہ بنائے۔

ہوٹل سے اچھا دوسرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ہوٹل کے کمرے میں وہ دوسروں کی نظروں اور دوسرے لوگوں سے خوامخواہ کے میل ملاپ سے آزاد ہو کر رہ سکتا تھا۔ اس نے ٹیکسی پکڑی اور تاج محل ہوٹل میں آ گیا۔ اس ہوٹل کا نام اسے بہت پسند تھا۔ روپے پیسے کی حاتم طائی کو فکر نہیں تھی۔ اسے یقین تھا کہ موت اس کے روپے اور کرنسی نوٹ کبھی ختم نہیں ہونے دے گی۔ تاج محل ہوٹل کراچی کے اعلیٰ ہوٹلوں میں سے تھا اور وہاں ایک دن رات کا کرایہ ایک ہزار روپے تھا۔ حاتم طائی نے کوئی پروا نہ کی اور دوسری منزل میں ایک کمرہ کرائے پر لے لیا اور سات دن کے سات ہزار روپے ایڈوانس کے طور پر بھی ادا کر دیئے۔ وہ اپنے

کمرے میں آ گیا۔ کمرہ بڑا آرام دہ تھا۔ باہر موسم گرم تھا مگر کمرے میں ایئر کنڈیشننگ کی وجہ سے بڑی خوشگوار خنکی تھی حاتم طائی نے غسل کیا اور شلوار قمیص پہن کر پلنگ پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ اسے عمارہ کو سب سے پہلے کہاں تلاش کرنا چاہیے۔ دوپہر ہو گئی تھی۔ اسے کھانا کھانے یا چائے یا پانی پینے کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ اسے آرام کی بھی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ وہ کچھ دیر پلنگ پر لیٹ کر سوچتا رہا۔ آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ سب سے پہلے دن ڈھلنے کے بعد کراچی شہر کی پارکوں اور باغوں میں جا کر عمارہ کو تلاش کرے گا کیونکہ ان جگہوں پر لوگ دوپہر کے بعد سیر کرنے بڑی تعداد میں آتے تھے اور ان کے ساتھ عورتیں لڑکیاں اور بچے بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ جب سورج کی گرمی ذرا کم ہوئی تو حاتم طائی نے شلوار قمیص اُتار کر جیکٹ اور پتلون پہنی اور کمرے کو تالا لگا کر ٹیکسی میں بیٹھ کر کراچی کی ایک پارک میں آ گیا۔ عمارہ کی شکل موت نے اسے دکھا دی تھی جو اس کے دماغ میں نقش ہو گئی تھی۔ وہ ایک گھنٹے تک پارک میں گھوم پھر کر عورتوں اور لڑکیوں کی شکلوں کو غور سے دیکھتا رہا مگر عمارہ اسے کہیں نظر نہ

آئی۔ یہاں سے وہ سمندر کے کنارے کلفٹن آ گیا۔
سمندر کے کنارے بھی بڑی رونق تھی۔ کالج کی لڑکیاں پک نک منانے آئی ہوئی تھیں۔ حاتم طائی شام تک سال سمندر پر گھومتا رہا۔ اس نے وہاں آئی ہوئی ایک ایک لڑکی کو دیکھا مگر ان میں سے عمارہ اسے کہیں دکھائی نہ دی۔ عمارہ کی شکل کہیں نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔ حاتم طائی نے سوچا کہ اب وہ کل پھر اس کی تلاش شہر کے دوسرے علاقوں میں جا کر جاری رکھے گا۔ سمندر کے کنارے چلتے چلتے وہ کافی آگے تک نکل آیا تھا اور اب رات کا اندھیرا بھی آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا۔
حاتم طائی تاج محل ہوٹل جانے کے لئے واپس ہوا۔ چلتے چلتے وہ سمندر کے کنارے بنے ہوئے اونچے اونچے فلیٹس کی عمارتوں کے پیچھے سے ہو کر گزرنے لگا یہ جگہ کافی اُجاڑ اور خاموش تھی۔ وہ فلیٹوں کے عقب سے گزر گیا۔ وہ ریت کے راستے پر چلا جا رہا تھا۔ اتفاق سے وہ ایک ٹوٹے پھوٹے گیراج کے قریب سے گزرا۔ گیراج کے باہر ایک پُرانی جیپ کا شکستہ ڈھانچہ پڑا تھا۔ گیراج کا دروازہ بند تھا۔ وہ اس کے قریب سے اپنے خیال میں گم گزرا تو اسے اندر دو آدمیوں کے باتیں کرنے

کی آواز سنائی دی۔ گیراج میں اندھیرا تھا۔ اسے خیال آیا کہ اس اندھیرے میں گیراج کے اندر یہ کون لوگ پُراسرار طریقے سے سرگوشیوں میں باتیں کر رہے ہیں۔ کہیں یہ لوگ ڈاکو تو نہیں ہیں اور رات کے وقت کسی مسلمان کے گھر ڈاکہ مارنے کا پروگرام بنا رہے ہوں۔

حاتم طائی نے ان کا سراغ لگانے کا فیصلہ کیا اور آگے جانے کی بجائے وہیں سے گھوم کر گیراج کے پچھواڑے آ گیا۔ گیراج کی پچھلی دیوار میں ایک کھڑکی تھی۔ یہ کھڑکی بند تھی۔ یہاں بھی چاروں طرف اندھیرا تھا۔ حاتم طائی نے کھڑکی کے ساتھ کان لگا دیا۔ اندر دو آدمی باتیں کر رہے تھے۔ وہ بڑی دھیمی آواز میں باتیں کر رہے تھے مگر حاتم طائی کو ان کی آواز شاید اپنے کان میں پڑے ہوئے موت کے چھلّے کی وجہ سے صاف سنائی دے رہی تھیں۔

ایک کہہ رہا تھا:

"راجہ! ہمارے جاسوس نے کہیں ہمیں غلط اطلاع تو نہیں دے دی۔"

جس آدمی کا نام راجہ تھا، اس کی آواز آئی:

"بلنسی! تم ایسا کیوں سوچتے ہو۔ ہمارا جاسوس کبھی غلط اطلاع نہیں دے سکتا۔ ہمارے آدمی آج آدھی

رات کو ضروری اسلحہ لے کر یہاں پہنچ جائیں گے۔"
حاتم طائیؒ فوراً سمجھ گیا کہ یہ دونوں ہندو ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام راجہ ہے اور دوسرے کا نام بنسی ہے۔ یہ دونوں ہندوؤں کے نام ہیں۔ حاتم طائیؒ غور سے ان کی باتیں سننے لگا۔

راجہ کی آواز آئی:

"بنسی! ہمیں آج رات ہر حالت میں صبح ہونے تک کراچی میں اپنے جاسوسوں تک اسلحہ پہنچانا ہے تاکہ وہ کراچی میں تخریب کاری کر کے پاکستان میں افراتفری پھیلا سکیں۔ ہم بھارت ماتا کے جاسوس ہیں اور ہمیں بھارت سے اسی غرض کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے کہ پاکستان کے شہروں میں بموں سے دھماکے کریں۔ شہر شہر گولیاں چلائیں اور پاکستان کی حکومت کو اور یہاں کے لوگوں کو چین سے نہ بیٹھنے دیں۔"

اب حاتم طائیؒ پر سارا بھید کھل گیا کہ یہ ہندوستان سے آئے ہوئے تخریب کار جاسوس ہیں جن کو آدھی رات کے وقت سمندر کے راستے بھاری اسلحہ پہنچنے والا ہے اور یہ اس اسلحہ کو کراچی میں اپنے ہندو تخریب کاروں کے

درمیان تقسیم کریں گے، حاتم طائی کا دل اسلام اور پاکستان سے محبت کے جذبات سے بھر گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ان پاکستان دشمنوں کو اپنے ناپاک ارادوں میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ وہ وہیں اندھیرے میں دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا اور انتظار کرنے لگا کہ آدھی رات کون اسلحہ لے کر وہاں آتا ہے۔

جب رات گہری ہو گئی تو سمندر کے کنارے اندھیرے میں ایک چھوٹی سی کشتی آ کر رُک گئی۔ یہ کشتی دُور سمندر میں کھڑی سمگلروں کی ایک لانچ سے اسلحہ لے کر آئی تھی۔ یہ سمگلر بھی انڈین تھے اور انہیں اپنے دو ساتھیوں کو واپس لے کر جانا تھا۔ سمگلروں کی لانچ کا مالک ایک ہندو سمگلر اور جاسوس ناتھن تھا جو مدراس کا رہنے والا تھا اور پاکستان کا بہت زیادہ مخالف تھا۔ لانچ میں اس کے ساتھ چار اور ہندو جاسوس سمگلر بھی تھے جو رات کے اندھیرے میں بڑی مشکل سے پاکستانی بحری محافظوں کی آنکھوں سے بچ کر خدا جانے کیسے وہاں تک آ گئے تھے۔ سمگلر ناتھن بے چین تھا اور بار بار کہہ رہا تھا۔

"ان لوگوں کو اسلحہ دے کر جلدی واپس آ جانا چاہیے۔ پاکستانی محافظوں کی نظروں سے اتنی

دیر تک نیچے رہنا ناممکن ہے"۔

دوسری طرف کشتی پر سے اسلحہ اتارا جانے لگا۔ دو ہندو سمگلروں نے اسلحے کی لکڑی کی پٹیاں کاندھوں پر رکھ لیں اور اندھیرے میں چلتے ہوئے اس گیراج کی طرف بڑھے جس میں دو انڈین جاسوس بنسی اور راجہ ان کی راہ دیکھ رہے تھے اور اسی گیراج کی پچھلی دیوار کے ساتھ اندھیرے میں حاتم طائی بھی چھپا ہوا تھا۔ حاتم طائی کو پتہ ہی نہ چلا اور دونوں انڈین جاسوس گیراج کے اگلے دروازے سے نکل کر اپنے جاسوسوں سے اسلحہ وصول کرنے کے لئے باہر آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں بھرے ہوئے پستول تھے۔ انہوں نے ستاروں کی دھندلی روشنی میں دُور سے اپنے آدمیوں کو آتے دیکھ لیا کہ ان کے کاندھوں پر اسلحہ کی پیٹیاں ہیں اور وہ گیراج کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ حاتم طائی نے بھی ان کو دیکھ لیا تھا مگر اس نے بنسی اور راجہ کو نہیں دیکھا تھا جو پیچھے سے ہو کر گیراج کے عقب میں آ گئے تھے۔

اچانک راجہ کی نگاہ ایک آدمی پر پڑی جو گیراج کی کھڑکی کے نیچے اندھیرے میں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔

راجہ نے چلّا کر کہا:

"کون ہو؟"

حاتم طائی گھبرا کر بھاگا۔ راجہ نے پیچھے سے پستول کے دو فائر کر دیئے۔ دونوں گولیاں حاتم طائی کی پیٹھ میں لگیں اور پیٹ میں سے نکل گئیں۔ حاتم طائی وہیں گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ راجہ اور بنسی بھاگ کر اس کے پاس آئے۔

راجہ نے کہا:

"یہ ضرور پاکستانی پولیس کا آدمی ہے۔ اس کو ہمارے خفیہ ٹھکانے کا پتہ چل گیا ہو گا"

بنسی نے جھک کر دیکھا اور بولا:

"یہ زخمی ہے اور بے ہوش ہو گیا ہے۔ اس کے سر میں گولی مار کر ختم کر دو راجہ"

راجہ نے کچھ سوچ کر کہا:

"نہیں۔ ہم اسے زندہ واپس لے جائیں گے۔ اس سے ہمیں پاکستانی جاسوسوں کے بارے میں اور پولیس نے ہمارے خلاف جو منصوبے بنائے ہیں ان کے بارے میں بہت سی مفید معلومات مل سکتی ہیں"

اتنے میں دونوں انڈین سمگلر بھی اسلحہ لے کر وہاں پہنچ گئے۔

ایک انڈین سمگلر نے راجہ سے پوچھا:

"تم نے فائر کیوں کئے تھے ؟"
پھر زمین پر حاتم کو زخمی حالت میں دیکھا تو پوچھا :
"یہ کون ہے ؟"
راجہ نے کہا :
"اس کو فوراً اُٹھا کر پیچھے لانچ میں لے چلو اور ناتھن سے کہو کہ اس کی مرہم پٹی کرے اور اسے مرنے نہ دے ۔ ہمیں اس سے بہت سی باتیں معلوم کرنی ہیں ۔ میں اسلحہ اپنے آدمیوں کو دے کر ابھی آتا ہوں "۔

راجہ اور بنسی نے اسلحے کی پیٹیاں اپنے کاندھوں پر رکھ لیں اور اندھیرے میں گیراج کی طرف چلے گئے ۔ دونوں انڈین سمگلروں نے بے ہوش زخمی حاتم طائی کو اُٹھایا اور سمندر کے کنارے جو ان کی کشتی کھڑی تھی اس میں ڈال دیا ۔ پھر کشتی رات کے اندھیرے میں تیزی سے چلاتے ہوئے دور سمندر میں کھڑی انڈین سمگلر ناتھن کی لانچ کے پاس لے آئے ۔ ناتھن نے کشتی میں ایک بے ہوش آدمی دیکھا تو غصے میں پوچھا :
"یہ کس کو اُٹھا لائے ہو ؟"
سمگلر نے ساری بات اسے سمجھا دی اور کہا کہ یہ پاکستانی

پولیس کا آدمی ہے۔ ابھی مرا نہیں، اسے زندہ رکھنا ہے۔
راجہ اس سے پوچھ گچھ کرنے آ رہا ہے۔"

انڈین سمگلر ناتھن نے کہا:

"اسے اوپر لے آؤ۔"

بے ہوش حاتم طائی کو لانچ کے ایک چھوٹے سے کیبن میں لا کر فرش پر ڈال دیا گیا۔ حاتم طائی کے پیٹ میں گولیوں نے سوراخ کر دیئے تھے۔ خون بہہ بہہ کر جم گیا تھا۔ ناتھن نے جلدی سے زخموں کو صاف کر کے پٹی باندھی اور حاتم کے دونوں پاؤں رسّی سے باندھ دیئے اور بولا:

"باہر پہرہ دو۔"

دو سمگلر کیبن کے باہر پہرہ دینے لگے۔ تھوڑی دیر بعد انڈین جاسوس تخریب کار راجہ بھی آ گیا۔

ناتھن نے بے چینی سے کہا:

"میں اس سے زیادہ دیر لانچ یہاں کھڑی نہیں رکھ سکتا۔ پاکستانی کوسٹل گارڈز کی کوئی نہ کوئی لانچ یہاں آ جائے گی اور ہم سب پکڑے جائیں گے۔"

راجہ نے کہا:

"لانچ کو کھلے سمندر کی طرف لے چلو۔ جلدی کرو ایک پاکستانی جاسوس میرے ہاتھ لگا ہے۔ اس سے ہمیں بڑی قیمتی معلومات مل سکتی ہیں۔ فوراً یہاں سے نکل چلو۔ وہ مرا تو نہیں؟ اسے میری دو گولیاں لگی تھیں۔"

انڈین سمگلر ناتھن نے کہا:

"نہیں۔ ابھی زندہ ہے۔ بے ہوش ہے۔ میں نے اس کے زخموں کو دھو کر پٹی باندھ دی ہے لیکن اسے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔"

راجہ نے کہا:

"تم لانچ کو کھلے سمندر کی طرف لے چلو اپنے فریگیٹ جہاز پر ڈاکٹر موجود ہے۔"

ناتھن نے اسی وقت انجن چلا دیا اور لانچ تیزی سے رات کے اندھیرے میں کھلے سمندر کی طرف دوڑنے لگی۔ یہ ایک اتفاق تھا کہ یہ انڈین سمگلروں کی لانچ پاکستانی ساحلی محافظوں کی نظروں سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گئی ورنہ سمگلروں کی کسی لانچ کو اس طرف آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

انڈین سمگلروں کی لانچ کھلے سمندر میں آ گئی۔ وہ پاکستان

کی سمندری حدود سے باہر نکل کر آزاد پانیوں میں آگئی تھی۔ اب اسے کوئی نہیں پکڑ سکتا تھا۔ چاروں طرف سمندر ہی سمندر تھا۔ پیچھے کراچی شہر کی ایک بھی روشنی نظر نہیں آ رہی تھی۔ حاتم طائی ابھی تک کیبن میں بے ہوش پڑا تھا۔ لانچ تاریکی میں سمندر کی موجوں پر جنوب مغرب کی طرف بڑھ رہی تھی۔ پھر دُور سمندر میں لانچ کو روشنی کا سگنل نظر آیا۔ یہ انڈین نیوی کا ایک چھوٹا جہاز یعنی فریگیٹ تھا جو ان انڈین جاسوسوں اور سمگلروں کے انتظار میں کھڑا تھا۔

راجہ بے ہوش حاتم طائی کو انڈین جہاز میں لے آیا اور جہاز کے ڈاکٹر سے کہا:

"یہ ایک خطرناک پاکستانی جاسوس ہے جو ہمارے خفیہ اڈے کے باہر چھپا ہوا تھا۔ میں نے اسے گولی مار کر زخمی کر دیا ہے، مگر ہمیں اب اس کی ضرورت ہے۔ اسے زندہ رکھنا ہے تاکہ ہمیں اس سے معلوم ہو سکے کہ پاکستانی پولیس اور پاکستانی جاسوس ہمارے خلاف کراچی اور دوسرے شہروں میں کیا کیا کارروائیاں کر رہے ہیں۔"

ڈاکٹر نے کہا:

"تم نے بالکل ٹھیک کیا ہے۔ ہم اسے بمبئی لے جا کر پولیس ہسپتال میں رکھیں گے میں اسے ٹیکہ لگا کر دوسری دوائیاں لگا دیتا ہوں تاکہ یہ مر نہ سکے"۔

انڈین ڈاکٹر نے حاتم طائی کے زخم کو پھر سے دھو کر پٹی باندھ دی اور انجکشن بھی لگا دیا۔ اس کا خیال تھا کہ حاتم طائی بے ہوش ہے مگر حاتم طائی جہاز میں آنے کے بعد ہوش میں آ چکا تھا اور اس نے ان دونوں کی باتیں سن لی تھیں۔ حاتم طائی نے دل میں یہ طے کر لیا تھا کہ وہ ان لوگوں میں رہ کر یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے گا کہ انڈین تخریب کار پاکستان کے کس کس شہر میں ہیں اور ان کے ٹھکانے کہاں کہاں پر ہیں۔

حاتم طائی نے ایک عجیب بات محسوس کی تھی کہ اس کے پیٹ میں دو گولیوں نے سوراخ کر دیئے تھے۔ اس کے جسم میں سے کافی خون بھی نکل گیا تھا۔ مگر اس کو نہ تو درد ہو رہا تھا اور نہ کمزوری ہی محسوس ہوئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو بالکل صحت مند محسوس کر رہا تھا۔ اس کا

مطلب وہ سمجھ گیا تھا۔ اس کی وجہ ایک ہی ہو سکتی تھی کہ چونکہ موت نے ابھی تک اس کی روح قبض نہیں کی تھی اس لئے وہ ابھی تک دنیا میں زندہ تھا اور موت نے ہی اسے خدا کے حکم سے زندہ رکھا ہوا تھا۔ وہ انڈین چھوٹے جہاز کے کیبن میں سٹریچر پر پڑا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ انڈین جہاز بھارت کی بندرگاہ بمبئی کی طرف جا رہا ہے جہاں اسے انڈین پولیس کے ہسپتال کے خاص کمرے میں داخل کر دیا جائے گا۔ پھر جب انڈین ڈاکٹر سمجھے گا کہ وہ پوری طرح سے ہوش میں ہے تو اس سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔ حاتم طائی نے آنکھیں بند کر لیں اور دل میں بہت سی باتیں سوچنے لگا۔

جہاز دو گھنٹے بعد رات کے ٹھیک دو بجے بمبئی کی بندرگاہ پر پہنچ گیا۔ حاتم طائی نے آنکھیں کھول دی تھیں مگر انڈین ڈاکٹر پر یہ ظاہر کر رہا تھا کہ اسے بہت کمزوری ہو گئی ہے۔ اس نے ایک بار ڈاکٹر سے کہا بھی تھا کہ مجھے آپ لوگ کہاں لے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر نے یہ کہہ کر اسے چپ کرا دیا تھا کہ خاموش رہو۔ تمہیں بولنے کی اجازت نہیں ہے۔

بمبئی کی بندرگاہ پر انڈین انٹیلی جنس پولیس کو جہاز میں

سے راجہ نے وائرلیس پر پیغام دے دیا تھا کہ ہم نے اسلحہ کراچی میں اپنے انڈین تخریب کاروں کے پاس پہنچا دیا ہے اور ساتھ ہی پاکستانی پولیس کا ایک خطرناک جاسوس بھی پکڑ کر لائے ہیں۔ بندرگاہ پر انڈین انٹیلی جنس کی ایک بند ایمبولینس گاڑی تیار کھڑی تھی۔ اس میں حاتم طائی کے سٹریچر کو ڈال دیا گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ انڈین انٹیلی جنس پولیس کے ہسپتال کی اوپر والی منزل کے ایک خاص کمرے میں پلنگ پر پڑا تھا اور باہر دو انڈین سپاہی رائفلیں لئے پہرہ دے رہے تھے۔

یہاں بھی انٹیلی جنس کے دو ڈاکٹروں نے حاتم طائی کا معائنہ کیا۔ اس کے پیٹ کے زخموں کی دوبارہ مرہم پٹی کی۔ اسے انجکشن دیا اور کہا کہ سو جاؤ۔ حاتم طائی کو نیند کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنے بدن میں پوری طاقت محسوس کر رہا تھا۔ اسے معمولی سی درد بھی نہیں ہو رہی تھی۔ مگر اس نے ظاہر یہ کیا جیسے اسے انجکشن کی وجہ سے نیند آ رہی ہے اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

رات گزر گئی۔ دوسرے دن انڈین پولیس کا چیف اپنے دو افسروں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ یہ چیف سکھ تھا۔ باقی اس کے دونوں افسر مدراسی ہندو تھے۔ وہ

پولیس کی وردیوں میں تھے۔ سکھ چیف کرسی کھینچ کر حاتم طائی کے قریب ہو گیا۔ اس کی طرف جھک کر غور سے دیکھا۔ حاتم طائی نے آنکھیں کھول دیں۔

سکھ چیف نے کہا:

"تمہیں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں سب معلوم ہے کہ تم پاکستانی انٹلی جینس پولیس کے جاسوس ہو۔ ہمارے آدمی نے تمہیں گولی مار کر زخمی کیا ہے۔ ہم تمہیں ہلاک بھی کر سکتے تھے مگر ہم نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ ہم تمہیں مارنا نہیں چاہتے، لیکن اگر تم نے ہمارے دو تین سوالوں کے ٹھیک ٹھیک جواب نہ دیئے تو تمہیں اس طرح سے مارا جائے گا کہ پہلے تمہاری دونوں ٹانگیں کاٹ جائیں گی۔ پھر بازو آری سے الگ کر دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد تمہیں تڑپنے کے لیۓ چھوڑ دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ تم اپنے آپ مر جاؤ گے بولو اب تم کیا چاہتے ہو؟"

حاتم طائی نے کہا:

"مگر تم مجھ سے کیا پوچھو گے؟ میں تو ایک غریب کلرک ہوں۔ کراچی کے ایک کارخانے میں کام کرتا

ہوں۔ مجھے دل کی تکلیف ہے۔ شام کو میں سمندر کے کنارے سیر کر رہا تھا۔ میرے دل میں درد ہوا۔ میں شہر کی طرف واپس چل پڑا۔ راستے میں دل کا دورہ پڑ گیا۔ قریب ایک گیراج نظر آیا۔ وہیں زمین پر لیٹ گیا۔ میں وہاں آرام کر رہا تھا کہ دو آدمی آئے۔ انہوں نے مجھے للکارا۔ میں ڈر کر دوڑا۔ انہوں نے پیچھے سے گولی مار دی اور میں بے ہوش ہو گیا۔ اس کے بعد جہاز میں ہوش آیا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو"۔

سکھ انٹیلی جینس چیف نے طنزیہ مسکراتے ہوئے کہا:
"آدمی تم بڑے پکے ہو۔ مگر تمہارے یہ ہتھکنڈے ہمارے ساتھ نہیں چلیں گے۔ ہمارے پاس پورا ثبوت موجود ہے۔ کہ تم پاکستانی خفیہ پولیس کے خاص جاسوس ہو۔ تم اگر اپنی زندگی چاہتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں آزاد کر کے تمہارے ملک پاکستان میں واپس پہنچا دیں تو صرف یہ بتا دو کہ کراچی شہر میں پاکستانی پولیس کے پاس کتنا اسلحہ ہے اور پاکستانی پولیس کے اسلحہ کے ڈپو کہاں کہاں ہیں اگر تم نے ہمارے ان دونوں سوالوں کے ٹھیک

ٹھیک جواب دے دیئے تو میں تم سے وعدہ کرتا
کہ تمہارا پوری طرح سے یہاں علاج کیا جائے گا
اور آرام آنے کے بعد ہمارے آدمی تمہیں اسی
جگہ واپس چھوڑ آئیں گے جہاں سے ہم تمہیں اٹھا
اٹھا کر لائے ہیں۔"

حاتم طائی نے کہا:

"مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔"

اور وہ یوں اپنا سر دائیں بائیں مارنے لگا جیسے اسے
سخت درد ہونے لگا ہے۔

انڈین ڈاکٹر نے سکھ چیف سے کہا:

"ابھی اسے آرام کرنے دو چیف۔ شام کو اس سے
بات کریں گے۔"

سکھ چیف نے کہا:

"او کے۔"

اور وہ اپنے دونوں افسروں کے ساتھ کمرے سے نکل
گیا۔ ان کے جانے کے بعد انڈین ڈاکٹر نے حاتم طائی کو ایک
اور ٹیکہ لگایا اور حاتم طائی نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ سو گیا
ہے۔ اصل میں حاتم طائی وہاں سے فرار ہونے کی ترکیب
سوچنے کے لئے کچھ وقت لینا چاہتا تھا۔ اس نے جب

سے یہ سُنا تھا کہ یہ لوگ اس کی ٹانگیں اور بازو کاٹ ڈالیں گے وہ کچھ خوف زدہ ہو گیا تھا کہ خدا جانے وہ کہیں پسح شمح ہی نہ مر جائے اور پھر وہ عرب لڑکی عمارہ سے کیسے مل سکے گا۔ چنانچہ وہ آنکھیں بند کئے غور کر رہا تھا کہ یہاں سے کیسے بھاگے۔ حاتم طائی کو یہ بھی خیال آ رہا تھا کہ

اس کی دوست موت ابھی تک اس کی مدد کو نہیں آئی۔ اس وقت حاتم طائی کو یاد آیا کہ موت نے اسے سونے کا چھلّا دیتے ہوئے کہا تھا کہ جب تم ہر طرف سے مجبور ہو جاؤ اور نجات کا کوئی راستہ نظر نہ آئے تو اپنے کان کے چھلے کو ہاتھ لگا کر اللہ کا نام دل میں پکارنا۔ حاتم نے سوچا کہ ایسا کر کے دیکھنا چاہیئے کیونکہ اب تو واقعی وہ ہر طرف سے مایوس اور بے بس ہے۔ یہ انڈین پولیس تو اس کے ٹکڑے کر دے گی۔



کراماتی چھلّا

حاتم نے ہسپتال کے بستر پر لیٹے لیٹے اپنا ہاتھ کان کے چھلّے کو لگایا اور دل میں اللہ کا نام پکارا۔ حاتم طائی نے آنکھیں کھول کر دیکھا اس کو کسی آسمانی طاقت کا احساس نہ ہوا۔ اس کے جسم میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ اسی طرح ہسپتال کے بستر پر پڑا تھا۔ وہ حیران ہوا کہ کیا موت نے یہ چھلّا دے کر اس کے ساتھ مذاق کیا تھا؟ اس نے ایک بار پھر اپنے کان کے چھلے کو انگلی لگائی اور دل میں خدا کا نام پکارا۔ اب بھی کوئی فرق نہ پڑا۔ وہ اسی طرح پلنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کو اپنے اندر کی طاقت کا احساس بھی نہیں ہو رہا تھا۔ حاتم طائی دل میں یہ سوچ کر افسوس کرنے لگا کہ موت نے اس کے ساتھ مذاق کیا تھا اور یوں دل کے بہلانے کو اسے یہ سونے کا چھلّا دے دیا تھا۔ اتنے میں کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نرس اندر داخل ہوئی۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر پلنگ پر پڑی اور بیچ

مار کر بولی :

"مریض کہاں گیا ؟"

یہ کہہ کر اس نے باتھ روم کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ پھر شور مچاتی باہر کو بھاگ گئی کہ مریض بھاگ گیا۔ مریض بھاگ گیا۔ اس کے جاتے ہی حاتم طائی حیران سا ہو کر بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ نرس کو نظر کیوں نہیں آیا ؟ اب دروازے میں دو انڈین سپاہی داخل ہوئے۔ وہ رائفلیں تانے باتھ روم کی طرف گئے۔

باتھ روم کو خالی دیکھ کر ایک سپاہی نے چلّا کر کہا :

"اسے باہر دیکھو، وہ ہسپتال ہی میں ہوگا۔ ابھی یہاں سے نکلا نہیں ہوگا !"

اور دونوں انڈین سپاہی باہر کو دوڑے۔ اب حاتم طائی کو خیال آیا کہ وہ دوسروں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے کوئی بھی دوسرا شخص اسے نہیں دیکھ سکتا۔ موت کے چھلّے نے اپنی کرامت دکھا دی تھی۔ حاتم طائی بستر سے اُتر آیا۔ حاتم طائی اپنے آپ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو دیکھ سکتا تھا۔ اس لئے اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ دوسروں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے اور دوسرے اسے نہیں دیکھ سکتے۔

وہ کمرے سے باہر آ گیا۔ برآمدے میں تین سپاہی دوڑتے ہوئے اس کے قریب سے گزر گئے۔ سامنے کی طرف سے تیز تیز قدموں سے ڈاکٹر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ سکھ چیف تھا۔ سکھ چیف کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"یہ حرامی پہرے دار کیا کر رہے تھے کہ وہ ان کی آنکھوں کے سامنے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔"

سکھ انیٹلی جنیس چیف اور ڈاکٹر حاتم طائی کے بالکل قریب سے ہو کر گزر گئے۔ انہوں نے آنکھ اٹھا کر بھی حاتم کی طرف نہ دیکھا۔ اب حاتم طائی کو یقین آ گیا کہ واقعی وہ غائب ہے۔ کم از کم دوسروں کے لیے وہ غائب ہے اور کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا۔ حاتم طائی نے اطمینان کا سانس لیا اور ہسپتال کی ۵ سیڑھیاں اترنے لگا۔ نیچے لابی میں بھی پولیس کے سپاہی گھبراہٹ کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ ہسپتال کے گیٹ کو بند کر دیا گیا تھا۔ یہ سب حاتم طائی کو تلاش کر رہے تھے۔ حاتم طائی ان کے قریب سے ہوتا ہوا ہسپتال کے گیٹ پر آ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ چونکہ وہ غائب ہے اس لیے بند گیٹ میں سے بھی گزر جائے گا۔ وہ گیٹ میں سے گزرنے لگا تو اس کے ساتھ ٹکرا کر رہ گیا۔ وہ بند دروازے میں سے

نہ گزر سکا۔ اس کے ٹکرانے سے آواز پیدا ہوئی۔ پہرے پر کھڑے سپاہی نے چونک کر گیٹ کی طرف دیکھا مگر اسے وہاں کوئی نظر نہ آیا۔

حاتم طائی دوسرے چھوٹے گیٹ کی طرف بڑھا۔ وہ گیٹ بھی بند تھا۔ ہسپتال کی دیوار کافی اونچی تھی۔ حاتم طائی دیوار پر چڑھنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اسے ہسپتال کے برآمدے کی طرف سے پولیس کی جیپ آتی نظر آئی جیپ میں سکھ انٹیلی جینس چیف اور چار سپاہی بیٹھے ہوئے تھے۔ جیپ بند گیٹ کے پاس آکر رک گئی۔ حاتم طائی بڑے آرام سے جیپ میں چڑھ گیا اور پیچھے ایک خالی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

سپاہی نے اپنے چیف کو آتے دیکھ کر گیٹ کھول دیا۔ جیپ گیٹ میں سے گذر گئی۔ سکھ چیف اپنے ساتھی سپاہی سے کہنے لگا:

"یہ پولیس کی بڑی سخت بدنامی ہے کہ ایک پاکستانی جاسوس جو زخمی بھی ہو ہسپتال سے پہرداروں کی موجودگی میں فرار ہو جائے۔"

سپاہی نے کہا:

"سر! کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ پہرے دار باقاعدہ

کمرے کے باہر ڈیوٹی پر موجود تھے"

سکھ چیف نے غرّا کر کہا:

"تو پھر وہ کیسے بھاگ گیا؟ کیا وہ کوئی جنّ تھا؟ بھوت تھا کہ غائب ہو گیا؟"

حاتم طائی دل میں مسکرانے لگا۔ ان میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ جس کو وہ تلاش کر رہے ہیں وہ ان کے پاس ہی بیٹھا ہوا ہے۔ جیپ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ بمبئی شہر کے بارونق بازار میں سے گزر رہی تھی۔ حاتم طائی نے سوچا کہ جہاں جیپ رُکے گی وہ وہاں اُتر جائے۔ جیپ رُکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ حاتم طائی جیپ سے چھلانگ نہیں لگانا چاہتا تھا۔ اسے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ جیپ بمبئی شہر کے ایک پولیس سٹیشن یعنی تھانے کے باہر جا کر رُک گئی۔ سکھ چیف اور سپاہی جلدی سے جیپ میں سے اُترے اور تھانے کی عمارت میں گھس گئے۔

حاتم طائی کو اب یہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی کہ انڈین پولیس اس کو پکڑنے کے کیا جتن کرنے والی ہے۔ کیوں کہ وہ تو ان کی نظروں سے غائب ہو چکا تھا اور جس وقت چاہے وہاں سے پاکستان کی سرحد

میں داخل ہو سکتا تھا۔ مگر حاتم طائی یہ ضرور معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہاں سے کس کس جگہ سے انڈیا کی حکومت اسلحہ دے کر اپنے تخریب کاروں کو پاکستان میں داخل کرتی ہے۔ چنانچہ اس خیال سے حاتم طائی بھی تھوڑی دیر بعد تھانے کے اندر چلا گیا۔ تھانے کے ایک کمرے میں سکھ چیف اپنے ساتھی افسر کے سامنے فرش پر بے چینی سے ٹہلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ہم نے سارے علاقے کی ناکہ بندی کر دی ہے۔ بندرگاہ پر بھی پولیس کو خبردار کر دیا ہے۔ ریلوے سٹیشن پر بھی آدمی لگا دیئے ہیں۔ پاکستانی جاسوس زخمی ہے وہ کمزور ہے، وہ ضرور پکڑا جائے گا۔ آخر کتنی دیر تک کسی کے پاس چھپا رہ سکتا ہے"

انڈین انسپکٹر نے کہا:

"سر! آج ہی ٹیلی ویژن پر اور اخباروں میں پاکستانی جاسوس کی تصویر دے کر یہ اشتہار دے دیں کہ اس شکل کا ایک خطرناک پاکستانی جاسوس جیل توڑ کر فرار ہو گیا ہے۔ وہ زخمی ہے۔ اس کے پیٹ میں دو گولیاں لگی ہیں۔ جس کسی کو نظر پڑے اسے فوراً پکڑ کر پولیس کے

حوالے کر دے"

سکھ چیف نے فوراً ٹیلی فون کا ڈائیل گھمایا اور بمبئی کے تمام اخباروں اور ٹیلی ویژن کے ڈائریکٹر کو حاتم طائی کے بارے میں اشتہار دے دیا۔ فون بند کر کے اس نے ایک سپاہی سے کہا:

"فوراً پاکستانی جاسوس کی تصویروں کی دس بارہ کاپیاں نکال کر نئی دہلی بمبئی اور شہر کے سب اخباروں کو دے آؤ"

سپاہی "یس سر" کہہ کر چلا گیا۔

سکھ چیف بولا:

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیسے فرار ہوا؟"

مدراسی انسپکٹر بولا:

"سر! یہ اچھی بات ہوئی ہے کہ ہم نے پاکستان میں اپنے تخریب کاروں کو اسلحہ پہنچا دیا"

سکھ چیف کہنے لگا:

"لیکن یہ پاکستانی جاسوس اگر پکڑا نہ گیا اور پاکستان پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ ہمارے لئے پاکستان میں مسئلے پیدا کر سکتا ہے۔ کیوں کہ اس نے کراچی کے ساحل پر ہمارا گیراج بھی دیکھ لیا ہے

اور ہمارے جاسوسوں بنسی اور راجہ کی شکلیں بھی دیکھ لی ہیں"۔

انڈین پولیس انسپکٹر کہنے لگا:

"سر! وہ تو ہم ان دونوں کو انڈیا واپس بلالیں گے اور ان کی جگہ دوسرے آدمی بھیج دیں گے مگر اس پاکستانی جاسوس کا پکڑا جانا بہت ضروری ہے۔ ہم اس سے بہت سی معلومات حاصل کر سکتے تھے"۔

سکھ چیف اُٹھ کر کھڑکی میں سے باہر برآمدے میں دیکھنے لگا۔ پھر پیچھے پلٹ کر بولا:

"انسپکٹر رام! اس مسلمان جاسوس لڑکی کا کیا بنا جو ہم نے امرتسر کے بارڈر پر پکڑی تھی؟ ٹیلی فون کرکے معلوم کرو، کہیں وہ بھی تو نہیں بھاگ گئی؟"

انسپکٹر رام نے ٹیلی فون کے نمبر گھماتے ہوئے کہا:

"سر وہ کہاں بھاگ سکتی ہے۔ وہیں امرتسر جیل کی پھانسی کی کوٹھڑی میں ہوگی"۔

انسپکٹر رام نے ریسیور کان کے ساتھ لگایا اور بولا:

"ہیلو! یہ سنٹرل جیل امرتسر ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی:

"یس سر! میں کالو سنگھ انسپکٹر سی آئی ڈی بول رہا ہوں"۔

انسپکٹر رام نے کہا:

"میں بمبئی سے انسپکٹر رام بول رہا ہوں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پاکستانی جاسوس مسلمان لڑکی کہاں ہے؟"

کالو سنگھ انسپکٹر نے جواب میں کہا:

"سر! وہ جیل ہی میں ہے۔ میں ابھی اس کے پاس سے اُٹھ کر آ رہا ہوں"۔

انسپکٹر رام بولا:

"گڈ! اس کی کڑی نگرانی کرنا۔ کہیں وہ فرار نہ ہو جائے۔ یہاں بمبئی کے پولیس ہسپتال سے حاتم نام کا ایک پاکستانی جاسوس فرار ہو گیا ہے ہم اس کی تصویریں اخباروں میں چھپوا رہے ہیں۔ تمہارے محکمے کو بھی تصویریں پہنچ جائیں گی۔ اس کو سارے علاقے میں تلاش کرنا"۔

انسپکٹر کالو سنگھ کی آواز آئی:

"سر! وہ ہمارے علاقے میں آیا تو بچ کر نہ جا سکے گا۔ ہم اسے فوراً قابو کریں گے"۔

سکھ چیف نے ٹیلی فون ریسیور خود لے لیا اور پوچھا:
"انسپکٹر کالو سنگھ! میں موہن سنگھ چیف بول رہا ہوں پاکستانی جاسوس لڑکی نے کچھ بتایا ہے کہ نہیں؟"
دوسری طرف سے انسپکٹر کالو سنگھ نے بڑے ادب سے کہا:
"سر! ہم نے اسے کافی مارا پیٹا ہے۔ مگر اس نے ابھی تک زبان نہیں کھولی۔ مگر فکر کی کوئی بات نہیں۔ ہم پاکستانی فوج اور پولیس کے اسلحہ ڈپوؤں کے بارے میں اس سے ساری معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے"
"او کے۔ اس مفرور حاتم نامی پاکستانی جاسوس کو بارڈر کراس نہیں کرنے دینا"
"ہرگز نہیں سر۔ آپ اس کی تصویر جلدی بھجوا دیجئے ہم اسے بارڈر سے پہلے ہی پکڑ لیں گے"
سکھ چیف نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ حاتم طائی نے ان سب کی باتیں سن لی تھیں۔ یہ اس کے لئے بڑی تشویش ناک خبر تھی کہ امرتسر کی سنٹرل جیل میں انڈین خفیہ پولیس نے ایک پاکستانی مسلمان لڑکی کو قید کر رکھا تھا اور اسے مارا پیٹا جا رہا تھا۔ حاتم طائی نے اس

لڑکی کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا اور کمرے سے نکل کر سڑک پر آ گیا۔ یہاں سے وہ ایک بس میں سوار ہو گیا۔ وہ کسی کو نظر نہیں آتا تھا۔ اس لئے اسے بس کی ٹکٹ خریدنے کی ضرورت نہیں تھی۔

بس کے ماتھے پر حاتم طائی نے ایئر پورٹ لکھا ہوا پڑھ لیا تھا۔ حاتم طائی ہوائی جہاز کے ذریعے امرتسر پہنچنا چاہتا تھا۔ بس نے اسے ایئر پورٹ پہنچا دیا۔ یہاں اسے پتہ چلا کہ ایک گھنٹے بعد ایک جہاز دِلّی جا رہا ہے۔ وہاں سے اسے امرتسر کے لئے دوسرے جہاز پر سفر کرنا پڑے گا۔ حاتم طائی وہیں ایک بنچ پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ آدھے گھنٹے کے بعد سپیکر پر اعلان ہوا کہ دلّی جانے والے مسافروں سے درخواست ہے کہ وہ لاؤنج میں آ جائیں۔ دوسرے مسافروں کے ساتھ حاتم طائی بھی لاؤنج میں آ گیا۔ یہاں آتے ہوئے مسافروں کی اپنی اور ان کے سامان کی چیکنگ کی گئی تھی۔ مگر چونکہ حاتم طائی کسی کو نظر ہی نہیں آتا تھا اس لئے اس کی چیکنگ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

وہ لاؤنج میں آ کر بیٹھ گیا۔ پندرہ منٹ بعد اعلان ہوا کہ دلی جانے والی پرواز تیار ہے۔ مسافر جہاز پر سوار ہو جائیں۔ گیٹ

پر ایک آدمی مسافروں کے ٹکٹ چیک کر کے انہیں بورڈنگ کارڈ دے رہا تھا۔ حاتم طائی سب سے پیچھے تھا۔ وہ چونکہ نظر نہیں آتا تھا اس لئے بڑی آسانی سے گیٹ میں سے نکل گیا۔ مگر نکلتے وقت اس کا کندھا وہاں کھڑی انڈین ایرلائنز کی ایک ایئر ہوسٹس سے ٹکرا گیا۔ ایئر ہوسٹس نے چونک کر دیکھا۔ اسے وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ وہ سہم سی گئی کہ ابھی ابھی اس کا کندھا کس سے ٹکرایا تھا۔

حاتم طائی بھی دوسرے مسافروں کے ساتھ ہوائی جہاز پر سوار ہو گیا۔ ہوائی جہاز کی کئی سیٹیں خالی تھیں۔ حاتم طائی ایک خالی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جہاز فضا میں اڑ گیا۔ دلّی پہنچنے کے بعد حاتم طائی امرتسر جانے والے جہاز میں سوار ہو گیا۔ یوں بمبئی سے براستہ دلّی امرتسر پہنچتے پہنچتے اسے شام ہو گئی۔ امرتسر شہر کی سڑکوں اور دکانوں مکانوں میں بتیاں روشن ہو گئی تھیں۔ حاتم طائی نے امرتسر ایئر پورٹ پر لگا ہوا شہر کا نقشہ دیکھ لیا تھا اور معلوم کر لیا تھا کہ امرتسر کی سنٹرل جیل کہاں ہے۔ چنانچہ وہ اسی حساب سے شہر کی سڑکوں پر پیدل چلتا ہوا شہر سے باہر سنٹرل جیل کے دروازے پر پہنچ گیا۔ جیل بہت بڑی تھی۔ اس کے چاروں طرف کئی فٹ اونچی دیوار بنی ہوئی تھی۔ دیوار پر چار جگہوں پر پہرے کے لئے

اونچے مچان بنے ہوئے تھے جہاں پولیس کے سپاہی مشین گنیں لے کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان مچانوں میں بھی بتیاں جل رہی تھیں۔ جیل کا بڑا گیٹ بند تھا صرف چھوٹا گیٹ کھلا تھا۔ حاتم طائی اس گیٹ میں سے اندر نکل گیا اور پہرے پر کھڑے سکھ کانسٹیبل کو وہ بالکل نظر نہ آیا۔

حاتم طائی نے پوری جیل کا چکّر لگایا جو نیچے تہہ خانے کو جانے والے راستے کی تلاش میں تھا۔ آخر ایک جگہ اسے ایک لوہے کا سلاخوں والا ایسا دروازہ دکھائی دیا جس کی دوسری طرف ایک زینہ نیچے جاتا تھا۔ حاتم طائی سمجھ گیا کہ یہی سیڑھیاں نیچے تہہ خانے کو جاتی ہیں۔ سلاخوں کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔ حاتم طائی نیچے اتر گیا۔ تہہ خانے میں آمنے سامنے دو کوٹھڑیاں تھیں۔ ایک کوٹھڑی خالی تھی اور دوسری کوٹھڑی میں مدھم روشنی والا ایک بلب جل رہا تھا۔ ایک لڑکی کونے میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس کے کپڑے پرانے اور پھٹے ہوئے تھے۔ بال کھلے تھے۔ اس کا چہرہ گھٹنوں میں تھا۔ حاتم طائی کو اس کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ مگر اسے یقین تھا کہ یہی وہ پاکستانی لڑکی ہے جس کو انڈین پولیس نے جاسوسی کے الزام میں پکڑ رکھا ہے اور اس پر ظلم کر رہی ہے۔ کال کوٹھڑی کا دروازہ بند تھا۔

حاتم طائی سوچنے لگا کہ وہ کوٹھڑی میں کیسے داخل ہو۔ حاتم نے یہ تجربہ کر کے دیکھ لیا تھا کہ اگرچہ وہ غائب ہے مگر اس کا جسم اسی طرح موجود ہوتا ہے اور وہ دوسری چیزوں سے ٹکرا بھی سکتا ہے اور کسی دیوار میں سے آواز کی لہروں کی طرح اپنے آپ کو نہیں گزار سکتا۔ کوٹھڑی کے آگے ایک گارڈ رائفل اٹھائے ٹہل کر پہرہ دے رہا تھا۔ حاتم طائی ابھی کوٹھڑی میں جانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ سیڑھیوں پر دو آدمیوں کے بھاری بوٹوں کی آواز گونجی۔ حاتم طائی ایک طرف ہو گیا۔ گارڈ اٹین شن ہو گیا۔ پھر ایک سکھ پولیس انسپکٹر اور ایک سپاہی کوٹھڑی کی طرف بڑھے۔ یہ سکھ پولیس انسپکٹر کالو سنگھ تھا۔ جس کو بمبئی سے چیف نے فون بھی کیا تھا۔ سپاہی نے سیلوٹ مارا۔ تب لڑکی نے سر اٹھا کر دیکھا حاتم طائی کی جونہی اس مسلمان پاکستانی لڑکی پر نظر پڑی وہ اپنی جگہ سے اچھل سا پڑا۔ یہ پاکستانی مسلمان لڑکی عرب لڑکی عمارہ تھی۔ وہی بال، ویسا ہی چہرہ اور وہی آنکھیں جو موت نے اسے اپنی ہتھیلی پر دکھائی تھیں۔ حاتم طائی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ وہ جس عرب لڑکی عمارہ کی تلاش میں تھا وہ اسے پاکستانی قیدی لڑکی کی شکل میں مل گئی تھی۔ اتنے میں کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا گیا۔

سکھ نے سپاہی کو حکم دیا۔

"اس لڑکی کو ہتھکڑی ڈال کر اوپر لے آؤ۔

یہ کہہ کر سکھ انسپکٹر کالو سنگھ خود اوپر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ لڑکی کو اسی وقت ہتھکڑی ڈال دی گئی۔ اسے کوٹھڑی سے باہر لے آیا گیا۔ حاتم طائیؒ نے دیکھا کہ اسکی شکل ہو بہو عمارہ کی شکل تھی۔ موت نے اسے یہی شکل دکھائی تھی۔ وہ اسی لڑکی کی تلاش میں تھا کہ اس کا کوئی سوال پورا کر کے اپنی روح کی نجات حاصل کرے۔ مگر اس وقت سب سے پہلے عمارہ کو انڈین پولیس کی قید سے چھڑانا ضروری تھا۔ لڑکی کی آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے تھے اور اس کی چال میں بھی کمزوری اور نقاہت تھی۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اس لڑکی کو کافی مارا پیٹا گیا ہے۔

حاتم طائیؒ بھی لڑکی اور پولیس کے سپاہی کے ساتھ اوپر آ گیا۔ جیل میں کافی روشنی تھی۔ سکھ انسپکٹر باہر کھڑی پولیس کی جیپ میں بیٹھا تھا۔ لڑکی کو بھی جیپ میں بٹھا دیا گیا۔ حاتم طائیؒ بھی ایک طرف ہو کر جیپ میں بیٹھ گیا۔ جیپ چل پڑی اور گیٹ میں سے گذر گئی۔ اب وہ شہر کی ایک ویران سڑک پر سے گذر رہی تھی۔ سڑک کی دونوں جانب سرکری

لائیٹس چمک رہی تھیں۔ کہیں کہیں درختوں میں کوئی کوٹھی بھی آجاتی تھی۔ جیپ بائیں جانب مڑی اور پھر ایک کوٹھی میں داخل ہوگئی۔ اس کوٹھی کے باہر پولیس کا پہرہ لگا تھا۔ لگتا تھا کہ یہ پولیس کا کوئی خاص دفتر ہے۔ حاتم طائی بھی لڑکی کے ساتھ ہی ایک کمرے میں آ گیا۔ یہاں پہلے سے دو سپاہی اور ایک ڈاکٹر موجود تھا۔ ڈاکٹر نے سفید لمبا کوٹ پہنا ہوا تھا۔ کونے میں لوہے کا ایک پلنگ بچھا تھا۔ سکھ انسپکٹر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے حکم دیا:

"لڑکی کو پلنگ پر لٹا دو"

پاکستانی لڑکی خاموش تھی۔ وہ کچھ نہیں بول رہی تھی۔ اسے پلنگ پر لٹا کر اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں پلنگ کے ساتھ باندھ دیئے گئے۔ لڑکی اب بھی چپ تھی۔ سکھ انسپکٹر کالو سنگھ اس کے قریب آ گیا اور بولا:

"لڑکی! میں اب بھی تمہیں مہلت دیتا ہوں اب بھی وقت ہے۔ ہمیں بتا دے کہ تیرے ساتھ اور کون کون پاکستانی جاسوس تھے اور وہ انڈیا میں کہاں کہاں جاسوسی کر رہے ہیں۔"

لڑکی نے دھیمی کمزور آواز میں کہا:

"میں کچھ نہیں جانتی۔"

یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئی۔ حاتم طائی نے اب روشنی میں لڑکی کو دیکھا۔ وہ ہو بہو عمارہ کی تصویر تھی، بلکہ وہی تھی سکھ انسپکٹر نے سپاہی کو اشارہ کیا۔ سپاہی نے آگے بڑھ کر عمارہ کی گردن میں رسی ڈال دی اور اسے بل دینے شروع کر دیئے۔ عمارہ کا دم گھٹنے لگا۔ اس کے حلق سے عجیب عجیب آوازیں نکلنے لگیں۔ حاتم طائی ایک دم چونکا۔ اس کو خیال آیا کہ عمارہ کی مدد کرنی چاہیے۔ نہیں تو یہ سپاہی اس کا گلا گھونٹ کر اسے ہلاک کر دے گا۔

حاتم طائی کے پاس کوئی ریوالور یا خنجر نہیں تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر انڈین سپاہی کی گردن پر پیچھے سے اتنی زور سے مکا مارا کہ سپاہی کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ وہیں گرا اور مر گیا۔ اسے گرتا دیکھ کر سکھ انسپکٹر کرسی سے ایک دم اُٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا ہے اسے! اسے اُٹھاؤ۔ میں نے ایک آواز سنی تھی۔ اس کی گردن پر کچھ گرا تھا۔"

دوسرے سپاہی جلدی سے گرے ہوئے سپاہی کی طرف لپکے۔ اسے اُٹھایا مگر وہ مر چکا تھا۔

سکھ انسپکٹر نے چیخ کر کہا:

"اس کا ہارٹ فیل ہو گیا ہو گا۔ جلدی سے

اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ جلدی کرو حرامیو!"
مُردہ سپاہی کو اسی وقت باہر لے جایا گیا۔ اس کی جگہ دو دوسرے سکھ سپاہی آ گئے۔ عمارہ اسی طرح پلنگ پر بندھی ہوئی تھی۔ حاتم طائی اس کے سرہانے کی طرف دیوار کے پاس کھڑا سوچ رہا تھا کہ اسے وہاں سے کیسے نکالے؟ اس کا وہاں سے نکالنا بھی ضروری تھا۔
سکھ انسپکٹر نے عمارہ کو زور سے تھپڑ مارا اور گرج کر بولا:
"تمہیں میں اب زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تمہاری وجہ سے ہمارا ایک سپاہی مر گیا ہے!"
پھر اس نے اپنے دونوں سکھ سپاہیوں کو حکم دیا۔
"چاقو سے اس کے ہاتھوں کی ایک ایک اُنگلی کاٹ ڈالو۔"
عمارہ نے کمزور سی آواز میں کہا:
"مجھ پر یہ ظلم نہ کرو۔ مجھے کچھ معلوم نہیں"۔
سکھ انسپکٹر نے اسے غصے سے دیکھا اور چیخا۔
"ابھی تیرا باپ بھی بتا دے گا!"
ایک سکھ سپاہی نے جیب سے چاقو نکال لیا۔ اب حاتم طائی یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرے

کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ کمرے میں سکھ انسپکٹر سمیت تین آدمی تھے۔ جونہی سکھ سپاہی نے عمارہ کی انگلی کاٹنے کے لیے اس کے ایک ہاتھ کو پکڑا حاتم طائی نے پیچھے سے اس کی گردن پر بھی دونوں ہاتھ اتنے زور سے مارے کہ وہ سپاہی بھی منہ کے بل نیچے فرش پر گر پڑا، حاتم طائی نے اس کا چاقو وہیں پڑا رہنے دیا۔ دوسرا آگے بڑھا تو حاتم طائی نے اسے بھی گرا دیا۔ سکھ انسپکٹر کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ وہ گردن پر مکے پڑنے کی آوازیں ضرور سن رہا تھا مگر اسے وہاں مکے مارنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ حاتم طائی نے لپک کر سکھ انسپکٹر کی پیٹی سے بھرا ہوا ریوالور نکال کر اس کا سیفٹی کیچ کھول ڈالا اور پستول کی نالی سکھ انسپکٹر کی گردن کے ساتھ لگائی اور آہستہ سے کہا:

"میں راون کی بدروح ہوں اور اس لڑکی کو بچانے کے لیے آئی ہوں۔ جس طرح میں کہوں ویسے ہی کرو نہیں تو گولی چلا کر تمہاری گردن کے پرخچے اڑا دوں گا۔"

سکھ انسپکٹر پر خوف چھا گیا۔ اسے آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسے پستول ضرور نظر آ رہا تھا، جس کی نالی اس کی گردن کے ساتھ لگی تھی۔ وہ ڈر گیا اسے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی بدروح ہے۔ اسکی آنکھوں کے سامنے یہ "بدروح" تین سپاہیوں کی گردنیں توڑ چکی تھی۔

اس نے کہا :

"تم ——— تم اسے کیوں بچانا چاہتے ہو؟ یہ ہمارے ملک کی دشمن لڑکی ہے۔ یہ پاکستانی جاسوس ہے۔"

عمارہ پلنگ کے ساتھ بندھی ایک ایسے آدمی کی آواز سن رہی تھی جو اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ حیران تھی کہ یہ غیبی مدد کہاں سے آ گئی ہے اور کیا یہ واقعی راون کی بدروح ہے؟



وہ جاسوس تھی

حاتم طائی نے کہا:

"چلو اس لڑکی کو کھول دو۔ خبردار؟ اگر تم نے باہر کسی کو آواز دی تو میں فائر کر دوں گا۔"

سکھ انسپکٹر عجیب مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا عمارہ کے پلنگ کے پاس آیا۔ پہلے اس نے پاؤں کھولے پھر اس کے دونوں بازو کھول دیئے۔

حاتم طائی نے عمارہ سے کہا:

"لڑکی! تم گھبراؤ نہیں۔ میں تمہاری مدد کو یہاں آیا ہوں۔"

سکھ انسپکٹر نے کہا:

"تم جو کوئی بھی ہو ایک بات یاد رکھو کہ باہر ہر طرف پہرہ ہے۔ یہ امرتسر کی سنٹرل جیل ہے تم اس جاسوس لڑکی کو باہر نہیں نکال سکو گے۔"

حاتم طائی نے آہستہ سے کہا:

"اسے میں نہیں نکالوں گا۔ اسے تم نکالوگے
تم باہر چل کر پہرے داروں اور سپاہیوں سے
کہو گے کہ راستہ چھوڑ دو اور لڑکی کو باہر
جانے دو۔ چلو"
سکھ انسپکٹر بولا:
"میں مر جاؤں گا۔ مگر اس جاسوس لڑکی کو فرار ہونے
کا موقع نہیں دوں گا"۔
حاتم طائی نے کہا:
"کیا تم یہ پسند کرو گے کہ میں تمہارے گھر جا کر
تمہاری ساری فیملی کو، تمہاری بیوی اور تمہاری بیٹی
اور بیٹے کو گولی مار کر ختم کر دوں؟ تم جانتے
ہو کہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔ اگر تمہیں اپنی بیوی
اور بچوں کی زندگی عزیز ہے تو جو میں کہتا ہوں
اس پر عمل کرو۔ چلو باہر"۔
جب بچوں کا معاملہ آیا تو سکھ انسپکٹر کا حوصلہ جواب
دے گیا۔ اس نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا:
"ٹھیک ہے۔ میں ویسے ہی کروں گا جیسا تم کہو
گے لیکن تمہیں جیل سپرنٹنڈنٹ کو بھی بتا دینا ہو
گا کہ یہ سب کچھ تم نے کیا ہے اور اس میں

میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

حاتم طائی بولا:

"ٹھیک ہے میں یہ کام کر دوں گا۔ اب باہر چلو۔"

حاتم طائی نے لڑکی سے کہا:

"تم ہمارے پیچھے پیچھے چلو۔"

لڑکی سکھ انسپکٹر کے پیچھے آ گئی۔ سکھ انسپکٹر کمرے سے نکل آیا۔ برامدے میں کھڑے سپاہی نے اس کی گردن کے ساتھ لگا ہوا پستول دیکھا تو چونک کر بولا:

"سر! یہ آپ نے گردن پر پستول کیوں رکھا ہوا ہے؟"

سپاہی کو حاتم طائی تو نظر آ نہیں رہا تھا۔

سکھ انسپکٹر نے کہا:

"آگے سے ہٹ جاؤ۔ اور خبردار گولی مت چلانا میں پاکستانی مسلمان جاسوس لڑکی کو خود باہر لے جا رہا ہوں۔"

حاتم طائی آہستہ سے بولا:

"شاباش! تم ٹھیک کام کر رہے ہو۔"

جیل کے محافظوں نے پاکستانی جاسوس لڑکی کو دیکھا تو بھاگ کر اس کی طرف بڑھے۔

سکھ انسپکٹر نے وہیں سے آواز دی:

"کوئی آگے نہ بڑھے۔ میں خود اسے لے جا رہا ہوں"
سب اپنی اپنی جگہوں پر رُک گئے۔ اندھیرے میں انہیں سکھ انسپکٹر کی گردن سے لگا پستول دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسی طرح وہ جیل کے بڑے گیٹ کے پاس آگیا۔ یہاں پولیس کی جیپ کھڑی تھی۔

حاتم طائی نے لڑکی سے کہا:

"اس جیپ میں سوار ہو جاؤ"

لڑکی جلدی سے جیپ میں بیٹھ گئی۔

سکھ انسپکٹر نے کہا:

"تم مجھے تباہ کر کے جا رہے ہو۔ میرا سارا کیریئر ختم ہو جائے گا"

حاتم طائی آہستہ سے بولا:

"مجھے تمہارے کیریئر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے چلو جیپ میں بیٹھو اور اسے چلا کر گیٹ کی طرف بڑھو"۔

سکھ انسپکٹر جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ حاتم طائی نے پستول کی نالی اسی طرح سکھ انسپکٹر کی گردن کے ساتھ لگائی ہوئی تھی۔ انسپکٹر نے جیپ سٹارٹ کر دی اپنے افسر کو جیپ میں بیٹھا دیکھ کر گارڈ نے گیٹ کھول دیا۔

جیپ لڑکی کو ساتھ لے کر گیٹ سے باہر نکل گئی۔ سڑک پر روشنی تھی مگر دُور تک کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا۔ حاتم طائی نے سکھ انسپکٹر کو ایک جگہ جیپ روکنے کے لئے کہا۔ جیپ رُک گئی۔ حاتم نے سکھ انسپکٹر کو نیچے اُترنے کا حکم دیا۔ سکھ انسپکٹر خاموشی سے نیچے اُتر گیا۔ اس کے نیچے اترتے ہی حاتم طائی خود ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا۔ اور جیپ کو تیزی سے آگے نکال کر لے گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سکھ انسپکٹر کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ سکھ انسپکٹر دوڑ کر ایک کوٹھی میں گیا۔ وہاں سے پولیس سٹیشن فون کیا کہ پاکستانی جاسوس لڑکی جیل کی کوٹھڑی سے فرار ہو گئی ہے۔ وہ امرتسر کے ریالٹو سینما والی سڑک پر کمپنی باغ کی طرف گئی ہے۔ وہ پولیس کی جیپ میں بیٹھی ہے اور ایک بدروح اس کے ساتھ ہے جو اپنے آپ کو راون کی بدروح کہتی ہے اور کسی کو نظر نہیں آتی۔

دوسری طرف سے تھانیدار کی آواز آئی:

"سر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ بھلا کوئی بدروح بھی جیپ چلا سکتی ہے؟ سر آپ کس زمانے کی باتیں کر رہے ہیں؟"

سکھ انسپکٹر نے اسے غصے میں ڈانٹ دیا۔

"بک بک مت کرو اور کمپنی باغ کے اردگرد پولیس کی ناکہ بندی لگا دو، جلدی کرو"۔

سکھ انسپکٹر نے اس کے بعد سنٹرل جیل کے سپرنٹنڈنٹ اور شہر کے سب سے بڑے تھانے یعنی کوتوالی کی پولیس کو بھی خبردار کر دیا۔ یوں پندرہ منٹ کے اندر اندر امرتسر کے سارے شہر کی پولیس نے ناکہ بندی کر لی اور پولیس کی پارٹیاں گاڑیوں میں بیٹھ کر پاکستانی جاسوس لڑکی کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں۔ شہر میں بڑی رونق تھی اور ابھی رات کے نو بجے کا عمل تھا۔

سینما گھروں میں فلم کا دوسرا شو شروع ہونے والا تھا۔ لڑکی جیپ میں بیٹھی تھی اور حاتم طائی جیپ چلا رہا تھا۔ کچھ لوگوں نے جیپ کو دیکھا اور ڈر کر ایک طرف بھاگ گئے۔ کیونکہ جیپ بغیر ڈرائیور کے چل رہی تھی۔

لڑکی نے کہا :

"پولیس ہمارے پیچھے لگ جائے گی۔ ہمیں کسی جگہ چھپ جانا چاہیئے اور جیپ کو چھوڑ دینا چاہیے"۔

حاتم طائی بولا :

"ٹھیک ہے۔ میں جیپ کو نہر کی طرف لے جاتا ہوں"۔

اور حاتم نے جیپ کو نہر والی سڑک پر ڈال دیا۔ اچانک سامنے سے پولیس کی جیپ نمودار ہوئی۔
حاتم طائی نے جلدی سے کہا:
"سر نیچے کر لو۔"
لڑکی نے سر نیچے کر لیا۔ حاتم طائی کے پاس پستول موجود تھا۔ اس نے پولیس کی جیپ پر فائر کیا۔ گولی جیپ کے ٹائر کو لگی اور پولیس کی گاڑی اُلٹ گئی۔ حاتم طائی اپنی جیپ نکال کر آگے لے گیا۔ اب وہ شہر سے باہر آ گیا تھا۔ آگے بجلی والی نہر تھی۔ یہاں نہر کے ساتھ ساتھ درختوں میں کافی اندھیرا تھا۔ حاتم طائی نے ایک جگہ گاڑی کھڑی کر دی اور لڑکی سے کہا:
"نیچے اتر کر ایک طرف کھڑی ہو جاؤ۔ میں جیپ کو نہر میں ڈالنے لگا ہوں۔"
لڑکی اُتر کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ حاتم طائی نے جیپ کو نہر میں گرا دیا۔ نہر کافی بڑی اور گہری تھی۔ جیپ پانی میں ڈوب گئی۔ اب حاتم طائی لڑکی کی طرف متوجہ ہوا اور بولا:
"تمہارا نام کیا ہے؟"
لڑکی نے کہا:

"میرا نام عمارہ ہے۔"

حاتم طائی چونک پڑا۔ لڑکی ٹھیک کہہ رہی تھی۔ وہ عمارہ ہی تھی مگر اسے یہ یاد نہیں تھا کہ آج سے پندرہ سو سال پہلے ایک رات وہ حاتم طائی کی حویلی پر آئی تھی۔ اس نے سوال کیا تھا۔ حاتم طائی وہ سوال پورا نہ کر سکا تھا۔ کیوں کہ وہ اس رات گھر پر نہیں تھا۔ چنانچہ وہ اب اس کا سوال پورا کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس وقت اس لڑکی کی زندگی اور موت کا سوال تھا۔ حاتم طائی لڑکی عمارہ کو نظر نہیں آ رہا تھا۔

عمارہ نے پوچھا:

"کیا تم واقعی راون کی بدروح ہو؟ اگر تم راون کی بدروح ہو تو پھر مجھے کیوں بچانا چاہتے ہو۔ کیونکہ راون تو ہندو تھا اور میں مسلمان ہوں۔"

حاتم طائی نے کہا:

"پہلی بات تو یہ ہے کہ راون ہندو ضرور تھا مگر وہ ہندوستان کا نہیں بلکہ لنکا کا راجہ تھا اور ہندوستان والوں کو اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں راون کی بدروح نہیں ہوں۔"

عمارہ نے تعجب سے پوچھا:

"تو پھر تم کون ہو؟ تم غائب کیسے ہو؟"
حاتم طائی بولا :
"یہ بڑی لمبی کہانی ہے تم بس یہ سمجھ لو کہ میں ایک آسمانی طاقت کی وجہ سے غائب ہوں اور کوئی پتہ نہیں کہ کب اچانک ظاہر ہو جاؤں۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ نظر آنے سے پہلے پہلے تمہیں دشمن ملک سے نکال کر پاکستان لے جاؤں"۔
عمارہ نے کہا :
"میں ایک مشن لے کر دشمن ملک میں آئی تھی کہ بدقسمتی سے پکڑ لی گئی۔ لیکن تمہاری مدد سے میں آزاد ہو گئی ہوں۔ اب میں جب تک یہاں اپنا مشن پورا نہیں کر لیتی میں پاکستان نہیں جا سکتی"۔
حاتم طائی نے پوچھا :
"تمہارا وہ مشن کیا ہے۔ کیا تم مجھے بتاؤ گی؟"
عمارہ نے کہا :۔
"میں تمہیں ضرور بتاؤں گی۔ مگر سب سے پہلے مجھے اس بات کا یقین ہو جانا چاہیے کہ تم کوئی ہندو بدروح نہیں ہو۔ بلکہ محب وطن پاکستانی ہو"۔
حاتم طائی مسکرا دیا اور کہنے لگا :

"اگر میں محبِ وطن پاکستانی نہ ہوتا تو تمہیں دشمن انڈین پولیس کی قید سے نہ چھڑاتا۔ یقین کرو کہ میں مسلمان ہوں اور میرا نام حاتم طائی ہے۔"

عمارہ نے چونک کر پوچھا:

"کیا کہا؟ تم حاتم طائی ہو؟ الف لیلےٰ کی کہانیوں والا حاتم طائی؟"

حاتم طائی بولا:

"تم کو شاید یقین نہ آئے مگر میں تمہیں یقین سے کہتا ہوں کہ میں وہی الف لیلےٰ والا حاتم طائی ہوں اور پندرہ سو برس پیچھے کے زمانے سے صرف تمہاری تلاش میں پاکستان آیا تھا کہ کراچی میں انڈین تخریب کاروں کے پھندے میں پھنس گیا۔"

اس کے بعد حاتم طائی نے عمارہ کو اپنی ساری کہانی شروع سے آخر تک بیان کر دی۔ اس نے یہ بھی بتا دیا کہ عمارہ آج سے پندرہ سو سال پہلے بغداد میں اس کی حویلی میں آئی تھی۔ اس نے ایک سوال کیا تھا جسے وہ پورا نہ کر سکا کیونکہ وہ حویلی میں نہیں تھا۔ حاتم بولا:

"پھر تم چلی گئیں میں نے واپس آ کر تمہیں جگہ جگہ

تلاش کیا مگر تم نہ مل سکیں۔ وقت گزرتا گیا۔ جب
میری موت کا وقت آ گیا تو میرے دل میں یہ
کانٹا کھٹک رہا تھا کہ میں نے ایک لڑکی عمارہ کا
سوال پورا نہیں کیا۔"
عمارہ نے پوچھا:
"پھر کیا ہوا؟"
حاتم طائی بولا:
"پھر میں نے موت سے درخواست کی کہ وہ میری
مدد کرے اور مجھے وہ لڑکی ملا دے جس کا سوال
میں پورا نہیں کر سکا اور جس کا پچھتاوا ساتھ لے کر
میں قبر میں نہیں جانا چاہتا۔ موت نے اللہ کے حکم
سے میرا وقت آگے کر دیا اور پھر مجھے تمہاری
شکل دکھا دی اور یہ بھی کہا کہ تم پاکستان میں مجھے
ملو گی۔ موت نے مجھے سونے کا ایک چھلا بھی کان
میں ڈالنے کے لئے دیا کہ جب کبھی مجھ پر بہت
بڑی مصیبت آئے تو اس کو شہادت کی انگلی
لگا دوں۔ میں نے بمبئی میں ایسا ہی کیا اور غائب
ہو گیا۔ وہاں سے میں نے سنا کہ ایک پاکستانی لڑکی
امرتسر کی جیل میں دشمن کے ظلم برداشت کر رہی

ہے۔ میں تمہاری مدد کے لئے امرتسر آ گیا۔ جب تمہیں دیکھا تو بے حد خوش ہوا کیونکہ تم عمارہ تھیں۔ تمہاری شکل اس لڑکی کی شکل سے ہو بہو ملتی تھی جس کا عکس مجھے موت نے دکھایا تھا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تمہارا کوئی سوال پورا کر دوں لیکن میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے تمہارا کوئی سوال پورا کر دیا تو اسی وقت مر جاؤں گا، لیکن میں مسلمان ہو گیا ہوا ہوں اور پاکستان سے مجھے محبت ہے۔ میں پاکستان کے دشمنوں کے ناپاک ارادے جب تک خاک میں نہیں ملا دیتا مرنا نہیں چاہتا اس لئے مجھے بتاؤ کہ تمہارا مشن کیا ہے۔ میں اس مشن میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

عمارہ نے کہا:

"حاتم! میں تمہاری باتوں پر یقین کرتی ہوں اور تمہیں اپنا مشن بھی ضرور بتاؤں گی، لیکن تم تو کسی بھی وقت ظاہر ہو جاؤ گے اور ہم دونوں پھنس جائیں گے۔ پہلے اس کا کوئی علاج ہونا چاہیے کہ تم جب تک چاہو غائب رہو۔

حاتم طائی بولا:

"یہ کام تو موت ہی کر سکتی ہے۔ کیونکہ اُسی
نے مجھے یہ کراماتی چھلا دیا تھا۔ مگر کئی دنوں
سے موت سے میری ملاقات نہیں ہوئی"۔

حاتم طائی یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ وہ اچانک ظاہر
ہو گیا۔ عمارہ نے ایک خوبصورت، نیک دل جوان کو
جیکٹ اور پتلون میں اپنے سامنے درختوں کے اندھیرے
میں بیٹھے دیکھا تو اس کو یقین نہ آیا کہ یہ حاتم طائی ہے۔
حاتم نے پریشان ہو کر کہا:

"آخر وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ میں ظاہر ہو گیا ہوں
اچھا۔ میں ایک بار پھر غائب ہونے کی کوشش
کرتا ہوں"۔

حاتم طائی نے اپنی انگلی کان میں پڑے چھلّے کے
ساتھ لگائی مگر وہ غائب نہ ہوا۔ حاتم طائی بار بار اپنے
کان کے چھلّے سے انگلی لگاتا مگر وہ غائب نہ ہو سکا۔
مایوسی کے ساتھ بولا:

"عمارہ! یہ تو بہت بُرا ہوا۔ کراماتی چھلّے کا اثر
ختم ہو گیا ہے"۔

عمارہ بولی:

"کوئی بات نہیں۔ ہمیں حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے

ہم ایک مقدس مشن پر یہاں دشمن کے ملک میں
بیٹھے ہیں اور خدا ہمارے ساتھ ہے۔"
دُور سے سڑک پر پولیس کی گاڑی کا خطرے کا الارم سنائی
دیا۔ عمارہ نے اُٹھتے ہوئے کہا:
"پولیس ہماری تلاش میں ادھر آ رہی ہے۔ چلو یہاں
سے نکل چلیں۔"
دونوں رات کی تاریکی میں درختوں کے نیچے سے ہوتے
ہوئے نہر کے دوسرے کنارے کھیتوں میں نکل گئے۔ حاتم طائی
بڑا حیران تھا کہ اس کے چھلے کی کرامت کیسے ختم ہو گئی۔
پھر بھی اس نے حوصلہ نہیں ہارا تھا اور عمارہ کو دشمن سے
بچانے کا عزم کر رکھا تھا۔ پولیس کی گاڑی نہر کے پل پر
کھڑی تھی اور پولیس کے سپاہی ٹارچیں جلا جلا کر درختوں
اور کھیتوں میں عمارہ اور حاتم کو ڈھونڈنے کی کوشش کر
رہے تھے۔
اس دوران حاتم طائی نے اپنے پیٹ پر ہاتھ لگا کر
دیکھا تھا کہ گولیوں کے سوراخ آپس میں مل گئے تھے۔
وہ بھاگتے چلے جا رہے تھے۔ عمارہ اس سارے علاقے کو
جانتی تھی۔ کھیتوں کھیت وہ حاتم کو ساتھ لے کر بہت دُور
آگے جا کر سڑک پر نکل آئی۔ یہاں ایک چھوٹی نہر بڑی

نہر سے نکل کر آم کے گھنے سیاہ باغوں میں جا رہی تھی۔
عمارہ کہنے لگی:
"اس باغ میں ایک ملنگ فقیر رہتا ہے۔ ہم
اس کے پاس جا رہے ہیں"
حاتم طائی بولا:
"وہ ملنگ فقیر ہماری کیا مدد کرے گا؟"
عمارہ نے کہا:
"وہ ہمارا اپنا آدمی ہے۔ وہ ہماری راہ نمائی
کرے گا"

باغ میں اندھیرا تھا۔ عمارہ آگے آگے چل رہی تھی۔ جہاں باغ ختم ہو جاتا تھا اور دوسری طرف ایک ویران میدان شروع ہوتا تھا اس جگہ ایک جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔ جھونپڑی کے باہر ایک آدمی آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ اس کے آگے آگ جل رہی تھی جس کا دھواں سارے باغ میں پھیلا ہوا تھا۔ یہ ملنگ تھا۔ ملنگ دور ہی سے کڑک دار آواز میں بولا:
"کون بدتمیز ہو۔ وہیں رک جاؤ نہیں تو بھسم
کر دوں گا"
عمارہ نے کہا:

"میں رانی آف جھانسی ہوں۔ گوالیار کی طرف جا رہی ہوں"۔

یہ ان کا خفیہ کوڈ لفظ تھا۔ ملنگ سمجھ گیا کہ عمارہ آ رہی ہے۔ جب ملنگ نے عمارہ کے ساتھ ایک نوجوان کو بھی دیکھا تو بولا:

"کون ہے یہ؟"

عمارہ نے قریب آ کر کہا:

"یہ ہمارا آدمی ہے۔ ہمارے پیچھے پولیس لگی ہے"۔

ملنگ نے کہا:

"تم جیل سے کیسے نکل آئیں؟"

عمارہ نے حاتم طائی کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"حاتم مجھے وہاں سے نکال لایا ہے"۔

ملنگ اُٹھ کر جھونپڑی کی طرف گیا۔ اندر سے ایک گٹھڑی نکال لایا۔ اسے عمارہ کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا:

"اس میں تم دونوں کے بھیس بدلنے کے لئے کپڑے ہیں۔ دو بھرے ہوئے ریوالور اور ایک ہزار روپے ہیں۔ یہاں سے فوراً دلّی شہر پہنچو۔ وہاں ہمایوں کے مقبرے میں اپنا آدمی فقیر ملنگ کے بھیس میں تمہیں ملے گا۔ میں اسے وائرلیس کر

دوں گا۔ اب تم دونوں یہاں سے ماناں والا سٹیشن کی طرف نکل جاؤ۔ راستے میں کپڑے بدل لینا۔ جاؤ۔"

عمارہ اور حاتم وہاں سے ماناں والا سٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے۔ میدان میں ایک درخت کے پیچھے جا کر عمارہ نے گٹھڑی کھولی۔ اس میں فقیر اور فقیرنیوں ایسے گیروے رنگ کے کپڑے اور مصنوعی لمبے لمبے بالوں کی دو وگیں تھیں۔ حاتم طائی نے کہا:

"کیا ہمیں فقیر اور فقیرنی کا بھیس بدلنا ہو گا؟"

"ہاں" عمارہ بولی:

"ہم اسی طریقے سے پولیس کی نگاہوں سے بچ کر دلّی پہنچ سکتے ہیں۔ دلّی ہمارا پہنچنا بہت ضروری ہے۔ وہیں سے ہمارا مشن شروع ہو گا۔"

حاتم طائی نے ایک بار پھر اپنے کان کے چھلّے کو انگلی سے چھوا اور دل میں اللہ کا نام لیا کہ شاید اب تک اس کا اثر واپس آ گیا ہو۔ مگر چھلّے کا اثر واپس نہیں آیا تھا۔ حاتم طائی غائب نہ ہوا۔ وہ حیران تھا کہ موت بھی اس سے ملنے نہیں آئی۔

ماناں والا کا ریلوے سٹیشن وہاں سے تین کوس کے فاصلے پر تھا۔ دونوں نے اپنے کپڑے اتار کر زمین میں دبا

دیئے اور فقیروں والے کپڑے پہن کر سر پر لمبے لمبے بالوں کی وگیں لگا لیں۔ گلے میں منکوں کی مالائیں ڈال لیں اور ہاتھوں میں خیرات مانگنے والے کشکول پکڑ لئے۔ حاتم بولا :

"عجیب بات ہے کہ ساری زندگی جس نے لوگوں کو خیرات دی ہے اور سخاوت میں نام پیدا کیا ہے آج وہ خود کشکول ہاتھ میں لے کر بھیک مانگے۔"

عمارہ نے کہا :

"یہ تو ہم اپنے وطن پاکستان کے لئے کر رہے ہیں اور پھر ہم کوئی اصلی فقیر تھوڑے ہیں۔"

"پھر بھی میں کشکول ہاتھ میں نہیں پکڑ سکتا۔ یہ میری شان کے خلاف ہے۔"

یہ کہہ کر حاتم طائی نے کشکول دُور کھیتوں میں پھینک دیا۔ عمارہ بولی :

"ٹھیک ہے۔ تم کشکول نہ ہی پکڑو تو اچھا ہے۔ ہم نے کوئی بھیک نہیں مانگنی۔ بس فقیروں ایسا حُلیہ بنا کر دلّی اپنے ایجنٹ کے پاس پہنچنا ہے، اس کے ساتھ ہی ہمارا مشن شروع ہو جائے گا۔"

حاتم طائی بولا :

"ٹھیک ہے۔ اب چلو دلّی کی طرف۔ میں نے

ریوالور اپنے پاس رکھ لیا ہے۔"
عمارہ نے کہا:
"ریوالور میرے پاس بھی ہے۔ مگر اس کو مجبوری کے موقع پر چلانا ہوگا۔"
"فکر نہ کرو عمارہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔"
حاتم نے کہا اور کھیتوں میں چلنے لگا۔ اندھیرے میں وہ دُور سے نظر نہیں آتے تھے۔ چلتے چلتے آخر انہیں دُور سے سٹیشن کے سگنل کی ہری بتّی نظر آئی۔ جب عمارہ اور حاتم طائی فقیروں کے لباس میں سٹیشن پر پہنچے تو گاڑی بالکل تیار کھڑی تھی۔ وہ دونوں ایک ڈبے میں گھس گئے۔ تھوڑی دیر بعد ٹرین چل پڑی۔

ساری رات ٹرین چلتی رہی۔ جب دن نکلا تو دلّی شہر آگیا۔ راستے میں انبالے کے سٹیشن پر پولیس ڈبے میں حاتم طائی اور عمارہ کو تلاش کرتی آئی مگر چونکہ وہ دونوں فقیروں کے بھیس میں تھے اس لیے انہیں کسی نے نہ پہچانا۔ دلّی وہ اُتر گئے۔ عمارہ دلّی کئی بار جاسوسی کے سلسلے میں آچکی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ہمایوں کا مقبرہ کہاں ہے۔ اس نے رکشا کرایا۔ حاتم ساتھ بیٹھا اور وہ ہمایوں کے مقبرے آگئے۔
صبح کے وقت ہمایوں کے مقبرے پر کوئی بھی نہیں تھا۔

یہاں شام کو لوگ سیر کرنے آتے ہیں۔ ان کے ایجنٹ کو پیغام مل چکا تھا۔ وہ پہلے ہی مقبرے کے اندر ایک محراب کے نیچے سادھو فقیر کے بھیس میں بیٹھا تھا۔ عمارہ اور حاتم اس کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ عمارہ نے سلام کیا اور اپنا کوڈ لفظ بتایا۔ ایجنٹ نے بھی اپنا کوڈ لفظ بتایا۔ پھر بولا:

"مقبرے کے پیچھے ایک پرانی کوٹھڑی ہے۔
اس کا دروازہ کھلا ہے۔ اس میں جا کر بیٹھ جاؤ۔
میں بھی آتا ہوں۔"

عمارہ اور حاتم طائی اٹھ کر مقبرے کے پیچھے آ گئے۔ یہاں ایک کوٹھڑی تھی۔ کوٹھڑی کے اندر ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی اور تخت پوش بچھا تھا۔ وہ وہاں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایجنٹ بھی آ گیا۔ اس نے آتے ہی دروازہ بند کر دیا اور بولا:

"انڈین حکومت نے یہاں سول ہسپتال کے مردہ خانے کے نیچے اسلحہ کا بہت بڑا گودام بنایا ہوا ہے۔ اس گودام میں سے ہر ہفتے اسلحہ ٹرکوں میں بھر کر پاکستان میں موجود انڈین تخریب کاروں کو پہنچایا جاتا ہے۔ تمہارا مشن اس اسلحہ اور گولہ بارود کے ڈپو کو تباہ کرنا ہے۔ اس

کے تباہ ہو جانے سے دُشمن کم از کم ایک مہینے تک پاکستان میں اپنے تخریب کاروں کو اسلحہ اور ٹائم بم وغیرہ سپلائی نہیں کر سکے گا۔ اس کے بعد وہ کسی دوسری جگہ گولہ بارود ذخیرہ کرے گا۔ ہم اس کا سراغ لگا کر اسے بھی تباہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح سے ہم پاکستان میں دشمن کی تخریب کاریوں پر قابو پاسکیں گے۔"

عمارہ نے پوچھا:

"ہسپتال کا مُردہ خانہ کیا ہسپتال ہی میں ہے؟"

ایجنٹ نے بتایا کہ مردہ خانہ ہسپتال سے ایک میل کے فاصلے پر کھلی اور ویران جگہ پر ہے۔ وہاں لاوارث مُردے رکھے جاتے ہیں مگر اصل میں اس کے نیچے دشمن نے بھاری گولہ بارود، اسلحہ اور بم جمع کر رکھے ہیں۔ مگر یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ وہاں انڈین فوج نے سیکورٹی کا زبردست انتظام کر رکھا ہے۔ ہر وقت وہاں پہرہ لگا رہتا ہے۔ انڈین فوجی نظر نہیں آتے مگر انہوں نے وہاں چھُپ کر مورچے بنائے ہوئے ہیں۔



خاموش پستول

حاتم طائی اور عمارہ بڑے غور سے ایجنٹ کی باتیں سُن رہے تھے۔

حاتم طائی نے پوچھا:

"کیا ہمیں کسی طرح سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ دُشمن نے وہاں کہاں کہاں مورچے بنائے ہوئے ہیں؟"

ایجنٹ نے زمین پر بچھی ہوئی صف کے نیچے سے ایک کاغذ نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ اس کاغذ پر لکیریں اور گول دائرے بنے ہوئے تھے۔

ایجنٹ نے اس پر ایک جگہ اُنگلی رکھ دی اور بولا:

"یہ کچّا راستہ ہے جو مُردہ خانے کی طرف جاتا ہے۔ یہ نیم کا درخت ہے۔ اس درخت کے نیچے فوج نے ایک خفیہ مورچہ بنایا ہوا ہے۔ یہاں ہر وقت دو فوجی مشین گنیں لئے بیٹھے رہتے

ہیں۔ رات کو ان کی جگہ دو دوسرے فوجی آ جاتے ہیں۔ یہ گول دائرہ اس مورچے کے پیچھے کا ایک ٹیلہ ہے۔ یہ مُردہ خانہ ہے۔ مُردہ خانے میں سے ایک سُرنگ اس ٹیلے کے نیچے جاتی ہے۔ گولہ بارود کا ذخیرہ اسی ٹیلے کے نیچے ہے۔ مُردہ خانے کے باہر بھی ایک انڈین فوجی چپڑاسی کی وردی میں صبح کے وقت پہرہ دیتا ہے۔ اس نے اپنے کوٹ کے اندر سٹین گن چھپائی ہوئی ہے۔ رات کو اس کی جگہ دوسرا چپڑاسی انڈین فوجی آ جاتا ہے۔"

عمارہ نے پوچھا:

"کیا مُردہ خانے کے اندر بھی کوئی گارڈ سپاہی ہوتا ہے؟"

ایجنٹ بولا:

"نہیں۔ مُردہ خانے میں صرف چند ایک مُردہ لاشیں ہی رکھی ہوئی ہیں۔ یہ لاشیں دوسرے تیسرے روز بدل دی جاتی ہیں تاکہ لوگوں کو شک نہ ہو کہ مُردہ خانہ بند کیوں ہو گیا ہے اور یہاں لاشیں کیوں نہیں لائی جاتیں۔"

عمارہ نے کہا:

"اس کا مطلب ہے کہ اگر آدمی ایک بار مُردہ خانے میں کسی طرح چلا جائے تو وہ سُرنگ میں داخل ہو سکتا ہے۔"

"بالکل داخل ہو سکتا ہے۔" ایجنٹ نے کہا۔ "مگر آگے سُرنگ میں بھی اسلحہ کے ذخیرے کے دروازے پر ایک سپاہی پہرہ دیتا ہے۔ اس کی ڈیوٹی صرف چار گھنٹے کی ہوتی ہے۔ چار گھنٹے بعد اس کی جگہ دوسرا سپاہی آ جاتا ہے۔"

حاتم طائی نے پوچھا:

"یہ لوگ اندر کس طرف سے آتے ہیں؟"

ایجنٹ نے کہا:

"مُردہ خانے سے ہی آتے جاتے ہیں، کیوں کہ اندر داخل ہونے کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔"

عمارہ نے کچھ سوچ کر کہا:

"میرے خیال میں مُردہ خانے میں داخل ہونے کی صرف ایک ہی ترکیب ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیا؟" حاتم طائی نے پوچھا۔

عمارہ نے کہا:

"ہم میں سے کوئی مُردہ بن جائے"۔
ایجنٹ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی، کہنے لگا:
"یہ خیال تو میرے دماغ میں بھی نہیں آیا تھا۔ بڑی عمدہ ترکیب ہے۔ مگر تم ایک بات بھول گئی ہو کہ لاوارث لاش جب مُردہ خانے میں لائی جاتی ہے تو اس کے ساتھ ہسپتال کا ڈاکٹر یا کمپوڈر بھی ہوتا ہے"۔
حاتم طائی بولا:
"اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ مگر مُردہ کون بنے گا؟"
عمارہ نے کہا:
"میں بنوں گی"۔
حاتم طائی کہنے لگا:
"نہیں۔ یہ کام تم نہیں کر سکتیں۔ یہ کام میں بڑی آسانی سے کر سکتا ہوں"۔
"وہ کیسے؟" عمارہ نے پوچھا۔
حاتم طائی نے کہا:
"وہ اس لئے کہ اگر ہسپتال والوں نے میری لاش کو سپرٹ کے ڈرم میں بھی ڈبو دیا تب بھی میں

زندہ رہوں گا۔ مروں گا نہیں۔ جب کہ میری جگہ اگر تم ہو گی تو سپرٹ کے ڈرم میں گرتے ہی تم تڑپنے لگو گی اور سارا بھید کھُل جائے گا۔"

ایجنٹ نے حاتم طائیؒ سے پوچھا:

"مگر تم سپرٹ کے ڈرم میں کیسے زندہ رہو گے؟"

حاتم طائیؒ نے مسکرا کر کہا:

"سر! یہ ایک ایسا راز ہے جو میں آپ کو ابھی نہیں بتا سکتا۔"

عمارہ بولی:

"دوست! تم اس بحث میں نہ پڑو۔ بہرحال یوں سمجھ لو کہ مسٹر حاتم کے پاس ایک ایسی طاقت ہے جس کی مدد سے وہ سانس کھینچ کر ہر قسم کے حالات میں زندہ رہ سکتا ہے اور اسے کوئی نقصان بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

ایجنٹ کہنے لگا:

"ٹھیک ہے۔ پھر تم اپنے مشن کو شروع کر دو۔ تمہیں جن چیزوں کی ضرورت ہے۔ مجھے بتا دو۔ میں تمہیں اسی کوٹھڑی میں لا دوں گا۔"

عمارہ نے کہا:

"ہمیں کم از کم بیس پنسل بم چاہئیں یہ بم ہم دشمن کے اسلحہ کے ذخیرے میں جا کر لگائیں گے۔ اس کے علاوہ مجھے نرس کے لباس کی ضرورت ہو گی۔ حاتم کے لئے ایک دھوتی اور قمیض چاہیئے جس سے یہ گاؤں کا آدمی لگے"۔

ایجنٹ نے کہا:

"یہ ساری چیزیں تمہیں آج ہی مل جائیں گی مگر تم نے پلان کیا بنایا ہے۔ میرا مطلب ہے تم کس منصوبے پر عمل کرو گی؟"

عمارہ کہنے لگی:

"یہ میں تمہیں ابھی نہیں بتا سکتی۔ تم ہمیں یہ ساری چیزیں لا دو۔ اس کے بعد میں اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دوں گی"!

ایجنٹ نے عمارہ اور حاتم طائی کو ہدایت کی کہ وہ جھونپڑی کے اندر ہی رہیں۔ اس کے بعد ایجنٹ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حاتم طائی نے ایک بار پھر اپنے کان میں پڑے ہوئے سونے کے چھلّے کو انگلی لگا کر دل میں اللہ کا نام لیا مگر وہ غائب نہ ہوا۔ وہ سٹ پٹا کر بولا:

"خدا جانے اس چھلّے کی طاقت کہاں چلی گئی ہے اس وقت اگر اس کی طاقت واپس آ جاتی تو ہمیں بڑی آسانی ہو جاتی۔ پھر میں غائب ہو کر یہ سارا کام اکیلا ہی کر سکتا تھا۔"

عمارہ نے کہا:

"ہمیں اپنی ہمّت اور جرأت سے بھی کام لینا چاہیے۔ ہمیں خدا پر بھی بھروسہ کرنا چاہیے۔ ہم اپنے وطن کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی حفاظت اور ان کی زندگیوں کو موت سے بچانے کے مشن کو لے کر یہاں آئے ہیں۔ خدا ہماری ضرور مدد کرے گا۔ وہ ان کی مدد کرتا جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔"

حاتم طائیؔ نے عمارہ سے سوال کیا:

"آخر تمہارے ذہن میں پروگرام کیا ہے؟ میرا مطلب ہے تم مجھے کہاں مردہ بنا کر پھینکو گی؟"

عمارہ نے کہا:

"میں تمہیں اسی جھونپڑی سے لے کر چلوں گی تم عام دیہاتی کے لباس میں ہو گے۔ میں ہسپتال کی نرس کی وردی میں ہوں گی۔ اس کے بعد جو

ہو گا تم کو خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ بہرحال آگے سارا کام تمہیں ہی کرنا ہو گا۔ میں تمہیں سب کچھ سمجھا دوں گی"۔

دوپہر کے بعد ایجنٹ واپس آ گیا۔

اس کے ہاتھ میں ایک گٹھڑی تھی۔ اس گٹھڑی میں وہ سب کچھ تھا جس کی عمارہ اور حاتم طائی کو ضرورت تھی۔ ایجنٹ نے کہا:

"میں تمہارے لئے کھانے کو مچھلی کے کباب اور نان بازار سے لایا ہوں"۔

انہوں نے جھونپڑی میں بیٹھ کر اکٹھے کھانا کھایا۔ اس کے بعد عمارہ نے گٹھڑی کھول دی۔ اس میں بیس چھوٹے پنسل بم تھے۔ یہ بم دیکھنے میں بڑے چھوٹے تھے مگر بے حد طاقتور تھے اور ان میں پہاڑوں کو اُڑا دینے کی طاقت تھی۔ دو پستول تھے جن کے آگے سائی لینسر لگے ہوئے تھے۔ یعنی ان کے چلنے پر دھماکے کی آواز پیدا نہیں ہوتی تھی۔ نرس کی وردی بھی تھی۔

عمارہ نے حاتم طائی سے کہا:

"یہ پنسل بم اور خاموش پستول تمہیں اس وقت مل جائے گا جب تم مُردہ خانے میں پہنچا دیئے

جاؤ گے۔"

حاتم طائی نے کہا :

"وہاں یہ چیزیں کون لے کر جائے گا ؟"

عمارہ بولی :

"آخر میں نے نرس کی وردی کس لئے پہن رکھی ہوگی۔ یہ ساری چیزیں مُردہ خانے میں میں تمہیں پہنچاؤں گی۔"

پھر عمارہ نے ایجنٹ سے کہا :

"مجھے پچاس ہزار روپے کی نقلی انڈین کرنسی کی بھی ضرورت ہوگی۔ کیا تم اس کا بندوبست کر سکتے ہو؟"

ایجنٹ نے کہا :

"میرے پاس اس وقت ایک لاکھ روپے کے جعلی انڈین نوٹ موجود ہیں۔ یہ پانچ پانچ ہزار روپے کے نوٹوں کی شکل میں ہیں۔"

ایجنٹ نے جھونپڑی کے کونے میں رکھا ہوا ایک گھڑا اُٹھایا۔ اس کے اندر ہاتھ ڈالا اور ایک لاکھ کے جعلی کرنسی نوٹ نکال کر عمارہ کے سامنے رکھ دیئے۔ عمارہ نے انہیں رومال میں لپیٹ کر اپنے پرس میں رکھ لیا اور

گھڑی دیکھ کر کہنے لگی :
"ہم شام کے پورے پانچ بجے یہاں سے نکل پڑیں گے۔"
ٹھیک پانچ بجے عمارہ نے ایجنٹ سے کہا :
"باہر جا کر دیکھ آؤ کوئی مشکوک آدمی یا پولیس والا تو کہیں نہیں ہے۔"
ایجنٹ باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔ اس نے بتایا کہ باہر کوئی ایسا آدمی نہیں ہے۔ عمارہ اس وقت کسی ہسپتال کی نرس کے لباس میں تھی اور حاتم طائی نے عام دیہاتیوں والے کپڑے پہن رکھے تھے۔ عمارہ کے پرس میں چھوٹے پنسل جتنے سائز کے بیس پنسل بم بھی تھے۔ یہ دیکھنے میں بالکل بال پوائنٹ پنسلیں لگتی تھیں۔ مگر ان کے اندر اس قدر طاقتور بارود بھرا ہوا تھا کہ ایک بلڈنگ کو اڑا کر رکھ دیں۔ ان بموں کے اندر کلاک بھی لگا تھا جس کا بٹن دبانے سے وہ چل پڑتا تھا۔ اور پھر ٹھیک آدھ گھنٹے بعد بم پھٹ جاتا تھا۔ عمارہ نے پرس میں خاموش پستول رکھ لیا۔ پھر اس نے حاتم طائی سے کہا :
"حاتم! چلو۔ ہمارے مشن شروع کرنے کا وقت

ہو گیا ہے "

عمارہ نرس کی وردی میں حاتم طائی کو ساتھ لے کر ہمایوں کے مقبرے سے نکل کر سڑک پر آ گئی۔ یہاں انہوں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور اس ہسپتال کی طرف روانہ ہوئے جس سے تھوڑے فاصلے پر کھلے میدان میں ٹیلے کے پاس مُردہ خانہ بنا ہوا تھا۔ مگر عمارہ نے ہسپتال سے کچھ دُور ہی ٹیکسی چھوڑ دی۔ پھر وہ حاتم طائی کو لے کر سڑک کے کنارے کھیت میں آ گئی۔ شام کی سرمئی دُھند پھیل چکی تھی۔

عمارہ نے کہا:

"میں دوسری ٹیکسی لینے جا رہی ہوں۔ جب میں واپس آؤں اور تم مجھے دیکھو تو یہاں کھیت میں اس طرح دم سادھ کر پڑ جانا جیسے تم مُردہ لاش ہو اس کے بعد میں سب سنبھال لوں گی۔"

حاتم طائی بولا:

"سمجھ گیا۔ تم ٹیکسی لاؤ۔"

عمارہ سڑک پر جا کر کھڑی ہو گئی۔ جونہی ایک خالی ٹیکسی اُدھر سے گزری عمارہ نے ٹیکسی والے کو ہاتھ دیدیا۔ ٹیکسی ڈرائیور اپنے گھر جا رہا تھا مگر جونہی اس نے ایک نرس

کو دیکھا تو فوراً ٹیکسی روک دی۔ سر باہر نکال کر بولا:
"مسٹر! کہاں جانا ہے؟"
عمارہ نے اپنے اوپر مصنوعی گھبراہٹ طاری کر لی تھی۔ پریشان ہو کر بولی:
"بھائی! یہاں ایک آدمی بے ہوش پڑا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس کو دل کا دورہ پڑا ہے۔ میں اسے ہسپتال لے جانا چاہتی ہوں۔ میری مدد کرو۔ بھگوان تمہارا بھلا کرے گا۔"
ٹیکسی ڈرائیور باہر نکل آیا۔ بولا:
"کہاں ہے وہ آدمی مسٹر؟"
"اس طرف میرے ساتھ آؤ۔"
یہ کہہ کر عمارہ ٹیکسی ڈرائیور کو لے کر کھیت کی طرف بڑھی حاتم طائی اسے دیکھتے ہی کھیت میں لیٹ گیا اور سانس بہت ہی آہستہ آہستہ لینے لگا۔ اس میں اتنی طاقت بھی تھی کہ وہ نہ صرف اپنا سانس روک سکتا تھا بلکہ اپنے دل کی دھڑکن کو بھی روک سکتا تھا مگر ابھی اس طاقت کو آزمانے کی ضرورت نہیں تھی۔
عمارہ نے ڈرائیور سے کہا:
"یہ بے چارا بے ہوش پڑا ہے۔ اسے اٹھا کر

ٹیکسی میں ڈال دو۔"

ڈرائیور نے اسی وقت حاتم طائی کو کاندھے پر ڈالا اور لا کر ٹیکسی میں سیٹ پر لٹا دیا۔ اس کے ساتھ ہی ٹیکسی ہسپتال کی طرف چل پڑی عمارہ نے ڈرائیور کو اسی ہسپتال کی طرف چلنے کو کہا تھا جس کے قریبی مردہ خانے کے ٹیلے کے نیچے انڈین گورنمنٹ کا اسلحہ کا ڈپو تھا۔ ٹیکسی ہسپتال کے باہر جا کر رُک گئی۔ عمارہ نرس کی وردی میں تھی۔ اس نے باہر نکلتے ہی ہسپتال کے ایک آدمی کو آواز دے کر کہا:

"جلدی سے سٹریچر لاؤ۔"

نرس کو دیکھ کر وہاں فوراً سٹریچر آ گیا۔ عمارہ نے حاتم طائی کو سٹریچر پر ڈالا اور ایمرجینسی وارڈ میں لے آئی۔ یہاں اس نے حاتم طائی کے کان میں آہستہ سے کہہ دیا:

"اب تمہیں لاش بن جانا ہے۔"

یہ کام صرف حاتم طائی ہی کر سکتا تھا کہ اس طرح سے سانس اور دل کی دھڑکن کو دھیما کر لے کہ اسے کوئی سائنسی آلہ بھی نہ پہچان سکے اور یہی لگے کہ وہ مر گیا ہے۔ حاتم طائی کو لے کر عمارہ ایمرجینسی وارڈ میں آ گئی اور گھبرائے ہوئے لہجے میں ڈاکٹر سے بولی:

"ڈاکٹر میں البرٹ سول ہسپتال کی نرس ہوں یہ آدمی

ہمارے گھر میں ملازم تھا۔ ایک دم بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میرا خیال ہے اسے دل کا دورہ پڑا ہے۔ میں ڈیوٹی سے آف ہو کر گھر آئی تھی۔ میرا گھر آپ کے ہسپتال کے قریب ہی ہے اس لئے آپ کے ہسپتال میں لے آئی ہوں۔ پلیز اسے دیکھیں۔"

ایمرجینسی وارڈ میں ایک نوجوان مرہٹہ ڈاکٹر موجود تھا۔ اس نے نرس کو دیکھا تو زیادہ توجہ دیتے ہوئے جلدی سے حاتم طائی کو چیک کیا۔ اس کے دل کی دھڑکن کو دیکھا اور پھر اسے فوراً انجکشن دیا۔ مصنوعی سانس دیا پھر بولا:

"نرس! آئی ایم سوری! تمہارا ملازم اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔"

عمارہ جھوٹ موٹ اُداس ہو گئی اور آنکھوں میں مصنوعی آنسو بھر کر بولی:

"ڈاکٹر پلیز کچھ کرو۔ یہ ہمارا بڑا پرانا ملازم ہے اسے زندہ رہنا چاہیئے۔"

ڈاکٹر بولا:

"آئی ایم سوری نرس! اس کے دل نے دھڑکنا بند کر دیا ہے۔ میڈیکل سائنس کے مطابق یہ شخص مر چکا ہے اور اب اسے زندہ نہیں کیا

جا سکتا ۔"

اس وقت عمارہ نے اِدھر اُدھر دیکھا ۔ ایمرجینسی وارڈ میں سوائے ان دونوں کے تیسرا کوئی آدمی نہیں تھا ۔ پھر ایک کمپوڈر اندر آ گیا ۔

ڈاکٹر نے عمارہ سے کہا :

"آپ لاش واپس لے جا سکتی ہیں مسز !"

"ہاں ہمارے ہاں اس کی رپورٹ ضرور درج کرانی ہو گی ۔ پولیس کا آدمی ساتھ والے کمرے میں بیٹھا ہوا ہے ۔"

عمارہ نے رومال سے اپنی آنکھوں کے نقلی آنسو پونچھتے ہوئے کہا :

"ڈاکٹر ! میں اکیلے میں تم سے ایک بات کرنا چاہتی ہوں ۔"

یہ الفاظ عمارہ نے انگریزی میں کہے تھے تا کہ جو کمپوڈر وہاں حاتم طائی کی لاش پر کپڑا ڈال رہا تھا وہ نہ سمجھ سکے ۔

ڈاکٹر نے کمپوڈر کو باہر بھجوا دیا اور عمارہ کی طرف دیکھ کر کہا :

" کیا بات ہے مسز ! تم کیا بات کرنا

چاہتی ہو؟"

عمارہ نے کہا:

"ڈاکٹر! ہمارے اس نوکر کا دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ اگر اس کی لاش میں اپنے گھر لے گئی تو میری ساس مجھے منحوس کہے گی۔ وہ پہلے ہی میرے بارے میں یہ کہتی رہتی ہے کہ میں منحوس ہوں اور آتے ہی اس کے بیٹے کو کھا گئی ہوں"۔

ڈاکٹر نے کہا:

"مسز! میں کیا کر سکتا ہوں؟"

عمارہ نے کہا:

"میں چاہتی ہوں کہ تم ہمارے نوکر کی لاش کو لاوارث قرار دے کر اسی وقت مُردہ خانے پہنچا دو۔ اس طرح سے میں اپنی ساس کے طعنوں سے بچ جاؤں گی۔ یہ شخص تو اب مر گیا ہے۔ اس کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مگر میری زندگی عذاب سے بچ جائے گی"۔

ڈاکٹر کہنے لگا:

"سوری مسز! میرے لئے یہ کام مشکل ہے"۔

تب عمارہ نے پرس کھول کر ایک لاکھ روپے کے کرنسی

نوٹوں کی چار گڈیاں ڈاکٹر کے سامنے میز پر رکھ دیں اور کہا:

"ڈاکٹر! اس وقت میں تمہاری یہی خدمت کر سکتی ہوں یہ پورا ایک لاکھ روپیہ ہے۔ تم اگر چاہو تو اسے گن کر چیک کر سکتے ہو۔"

ایک لاکھ روپے کے سبز نوٹ دیکھ کر نوجوان ڈاکٹر کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ ان روپوں سے اپنے کتنے ہی خواب پورے کر سکتا تھا۔ اس نے جلدی سے نوٹوں کے بنڈل کو میز کی دراز میں ڈالتے ہوئے کہا:

"چیک کرنے کی ضرورت نہیں مسز! تم جیسا کہتی ہو ویسے ہی ہو گا۔"

اسی وقت ڈاکٹر نے لاوارث لاش کی رپورٹ درج کرا دی اور ایک سرٹیفکیٹ بھی تیار کر دیا۔

عمارہ نے کہا:

"ڈاکٹر! میں پرانے خیال کی ہندو عورت ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ مردہ خانے میں لاش کے پاس اکیلی بیٹھ کر بھگوان کے حضور اشلوک پڑھوں تاکہ لاش کی روح بعد میں مجھے آ کر تنگ نہ کرے بس میں لاش کے پاس صرف پانچ منٹ ہی بیٹھوں گی۔"

ڈاکٹر کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا کہنے لگا:

"بے شک لاش کے پاس بیٹھ کر اشلوک پڑھ لینا سسر! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

اب عمارہ نے ایک اور بات کی طرف اشارہ کیا کہنے لگی:

"ڈاکٹر! مردہ خانے میں جو پہرے دار ہوتا ہے وہ تو اس لاش کے بارے میں کوئی سرٹیفکیٹ تو طلب نہیں کرے گا۔"

ڈاکٹر بولا:

"وہ کون ہوتا ہے سرٹیفکیٹ مانگنے والا۔ میں اس ہسپتال کا ڈاکٹر ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں گا پھر کسی کو لاش کے لاوارث ہونے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

عمارہ خوش ہو کر بولی:

"شکریہ ڈاکٹر! اب اس لاش کو مردہ خانے پہنچا دو پلیز۔ تاکہ میں وہاں جا کر لاش کے آگے اشلوک پڑھ کر اپنے گناہ اس کی روح سے معاف کرا لوں۔"

ڈاکٹر کو ایک لاکھ روپیہ مل گیا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر میں ہر کام ٹھیک کروا لیا اور آدھے گھنٹے بعد وہ "لاوارث لاش" یعنی بے ہوش حاتم طائی کو ہسپتال کی ایمبولینس میں رکھے

مُردہ خانے کی طرف جا رہا تھا۔ عمارہ بھی ڈاکٹر کے ساتھ تھی۔ مُردہ خانہ زیادہ دُور نہیں تھا۔ اس کے برآمدے میں بڑا دھیما سا بلب جل رہا تھا۔ ایک فوجی چوکیداروں کے لباس میں وہاں ایک طرف بنچ پر بیٹھا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ مُردہ خانے میں ہسپتال سے لاوارث لاشیں آتی جاتی رہتی ہیں۔ اور پھر ایک نرس اور ڈاکٹر لاش کے ساتھ تھا۔ اس لئے فوجی چوکیدار نے کوئی شک نہ کیا۔ وہ یہی سمجھا کہ یہ کوئی واقعی اصلی لاوارث لاش ہے۔ ڈاکٹر نے ایمبولینس سے نکل کر چوکیدار سے کہا:

"یہ ایک لاوارث لاش ہے۔ اس کے خراب ہو جانے کا ڈر تھا اس لئے اسے یہاں جلدی لایا گیا ہے تاکہ مردہ خانے کے سرد خانے میں رکھ دیا جائے۔ پرسوں تک اس کے وارث نہ آئے تو اسے پوسٹ مارٹم کے بعد دبا دیا جائے گا۔"

چوکیدار نے کہا:

"بھگوان اس کی آتما کو شانتی دے۔"

عمارہ اور ڈاکٹر حاتم طائی کی "لاوارث لاش" کو لے کر مُردہ خانے میں لے گئے۔ عمارہ لاش کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے ڈاکٹر سے کہا:

"اب میں صرف پانچ منٹ کے لئے اشلوک پڑھوں گی۔ پلیز۔ مجھے اور اس آدمی کی لاش کو پانچ منٹ کے لئے تنہا چھوڑ دو۔"

ڈاکٹر بولا:

"سسٹر زیادہ دیر نہ لگانا"

ڈاکٹر مردہ خانے سے باہر آگیا اور چوکیدار کی طرف دیکھ کر بولا:

"ہماری نرس بڑی وہمی عورت ہے۔ اس کو یہ لاوارث لاش ملی تھی۔ اب اس کے پاس بیٹھ کر اشلوک پڑھ رہی ہے تاکہ لاش کی بدروح اسے بعد میں تنگ نہ کرے۔"

چوکیدار مسکرانے لگا۔ بولا:

"ڈاکٹر صاحب آج کل پڑھی لکھی عورتیں بھی بڑی وہمی ہوتی ہیں۔"

باہر ڈاکٹر چوکیدار کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا ایمبولینس کھڑی تھی۔ مردہ خانے کے اندر عمارہ نے بڑی تیزی سے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ حاتم طائی بھی اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ عمارہ نے پرس میں سے خاموش پستول اور بیس پنسل بم حاتم طائی کے حوالے کر دیئے تھے جو اس نے اپنے کرتے

کے اندر چھپا لئے تھے۔ عمارہ نے کہا:

"بم لگانے کے بعد مُردہ خانے کی پچھلی کھڑکی سے نکل کر ہمایوں کے مقبرے والی جھونپڑی میں آ جانا۔ میں نے کھڑکی کھول دی ہے۔ اب میں جاتی ہوں۔ یہ اسلحہ ڈپو ضرور اُڑ جانا چاہیئے"۔ حاتم طائی نے کہا:

"ایسا ہی ہو گا انشا اللہ"!

عمارہ تیزی سے مُردہ خانے سے باہر نکل گئی۔ باہر آتے ہی اس نے رومال سے اپنی آنکھیں پونچھتے ہوئے ڈاکٹر سے کہا:

"بھگوان اس کی آتما کو شانتی دے"۔

وہ ایمبولینس میں بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر نے ایمبولینس سٹارٹ کی اور تیزی سے اسے گھما کر ہسپتال کو جانے والی سڑک پر لے آیا۔ ڈاکٹر نے کہا:

"سسٹر! میں نے یہ کام صرف تمہاری خاطر کیا ہے مجھے اُمید ہے تم اس کا کسی دوسرے سے ذکر نہیں کرو گی"۔

عمارہ نے کہا:

"ڈاکٹر میں بھلا کسی سے کیوں ذکر کرنے لگی۔ تم بے فکر رہو"۔

ہسپتال ابھی کچھ دُور تھا کہ عمارہ نے ڈاکٹر سے کہا کہ بس

مجھے یہاں اتار دو یہاں سے میں رکشا ٹیکسی لے کر گھر چلی جاؤنگی امبولینس رُک گئی۔ عمارہ کو اتارنے کے بعد ڈاکٹر امبولینس لے کر رات کی خاموشی میں آگے بڑھ گیا۔ عمارہ نے ایک ٹیکسی لی اور ہمایوں کے مقبرے کی طرف چل پڑی۔ دوسری طرف جب عمارہ اور ڈاکٹر مُردہ خانے سے چلے گئے تو چوکیدار چاقو لے کر کھڑکی کے راستے مردہ خانے میں داخل ہو گیا۔ اس کی عادت تھی کہ جب بھی کوئی لاوارث لاش آتی تو وہ اس کا دل چاقو سے نکال کر بھُون کر کھا لیا کرتا تھا۔ یہ اسے وہاں رہتے ہوئے عادت پڑ گئی تھی۔ جونہی وہ مردہ خانے کی کھڑکی میں سے اندر کودا حاتم طائی نے لیٹے لیٹے دیکھا کہ دھیمی روشنی میں ایک آدمی چاقو ہاتھ میں لئے اس کی طرف چلا آ رہا ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ کوئی ڈاکٹر ہے اور اس کی " لاش " کی چیر پھاڑ کرنے آ رہا ہے۔



اس کے بعد کیا ہوا ؟

یہ جاننے کے لیے اِس سلسلے کی

اگلی کہانی پڑھیئے۔

لاش کا لاکٹ

دلچسپ اور حیرت انگیز واقعات